علم اور علماء کی اہمیت

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد قاسم قادری مدظلہ العالی

مکتبہ اہلِ سُنّت

ابو محمد محمد زین العابدین قادری

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار۔ اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

ابومحمد جی محمد زین العابدین

Mob 0321-7166863

............انتساب............

میں اپنی اس کتاب کو چاروں ائمہ مجتہدین

☆ کشف الغمہ امام اعظم ابو حنیفہ

☆ عالمِ مدینہ امام مالک

☆ عالم قریش امام شافعی

☆ سیف السنۃ امام احمد بن حنبل

رضی اللہ تعالیٰ عنھم

کی طرف منسوب کرتا ہوں۔

محمد قاسم قادری

فہرست

............پیش لفظ............

علم وعلماء کی اہمیت وفضیلت کے موضوع پر یہ کتاب آپ کے سامنے موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے علم وعلماء کے فضائل بکثرت بیان فرمائے ہیں مگر عوام وخواص کی اس سے بے توجہی اور عدم دلچسپی نے اس امر پر مجبور کیا کہ فضائل وآداب پر مشتمل ایک متوسط کتاب اس موضوع پر لکھی جائے تا کہ اس کمی کا کچھ ازالہ ہو سکے۔

محمد قاسم قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد معدن الجود والکرم
وعلی الہ واصحابه وبارك وسلم

......وقت کی اہمیت......

وقت کی اہمیت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کرسکتا۔ یہ ایک قیمتی متاع ہے اور اس کی ضرورت زندگی کے ہر شعبے میں ہے اور موجودہ دور میں جب کہ ہر شخص افراتفری کا شکار اور جلد سے جلد اپنے کام نمٹانے کے چکر میں ہے ایسی صورت میں وقت کی قدر بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اس وقت زمانہ ایسی روش پر چل رہا ہے کہ ہر شخص اپنی جگہ مصروف ہے اور فراغت کا حصول ایک مشکل امر بن چکا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایسے افراد کی بھی کمی نہیں جن کا وقت دین اور دنیا کے کسی بھی کام میں صرف نہیں ہوتا اور وہ ہر وقت کاہلی اور سستی کا شکار نظر آتے ہیں اور وقت کی اہمیت سے لاپرواہ ہیں ایسے لوگوں کو خود وقت ہی نصیحت کرتا ہے یعنی یہ لوگ جب زندگی کا ایک بڑا حصہ گزار چکے ہوتے ہیں اور پھر کسی وقت اپنے گزرے ہوئے لمحات کا احتساب کرتے ہیں تو سمجھ آتا ہے کہ وہ کیسی اہم اور مفید شے بغیر کسی مقصد کے اپنے ہاتھوں ضائع کر چکے ہیں۔ جبکہ وہ لوگ جنہوں نے اسی وقت کی قدر و قیمت کا خیال کرتے ہوئے اسے بہتر سے بہتر طریقے سے، اعلی سے اعلیٰ مقصد کے لئے صرف کیا ہوتا ہے وہ خوش ہوتے ہیں اور اپنی زندگی پر مطمئن نظر آتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں یقیناً عقلمند آدمی وہی ہے جو اپنے وقت کو اہمیت دے اور اس سے زیادہ سے زیادہ

فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

......وقت کی اہمیت پر سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانِ عالیشان......

وقت کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمانِ مبارک کافی ہے جو حضرت عمرو بن میمون (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اغتنم خمسا قبل خمس، شبابك قبل هرمك، وصحتك قبل سقمك، وغناك قبل فقرك، وفراغك قبل شغلك، وحياتك قبل موتك.

ترجمہ: ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے اور اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے اور دولت مندی کو غربت سے پہلے اور اپنی فراغت کو اپنی مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔''

(شعب الایمان: فصل فیما یقول العاطس الخ، حدیث 9884 بیروت)

یہ حدیثِ مبارک علم وعمل، عبادت وریاضت بلکہ دنیا وآخرت کے کثیر امور کو جامع ہے۔ جو شخص اس حدیث کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے کوشش کرے گا تو ضرور کامیابی حاصل کرے گا اور دنیا وآخرت میں پچھتانے سے محفوظ رہے گا۔ بزرگانِ دین وقت کو کس قدر اہمیت دیا کرتے تھے اس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے لگایا جا سکتا ہے علامہ شعرانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

......حصول علم میں وقت کی قدر......

میرے (یعنی امام شعرانی) کے ایک استاذ صاحب کے پاس آکر اگر کوئی شخص لمبی بات کرتا تو فرماتے جلدی کرو، تم نے ایک زمانہ ضائع کر دیا۔

علامہ شعرانی فرماتے ہیں: ''جب میں اپنے استاد صاحب سے کوئی کتاب پڑھتا تو بعض اوقات کتاب کا کوئی لفظ درست کرنے کے لئے درمیان میں کچھ وقفہ ہو جاتا آپ اس وقفے کو بھی ضائع نہ فرماتے اور اس وقفہ میں آہستہ آہستہ اللہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جاتے۔'' (متاع وقت اور کاروان علم)

وقت کی اسی قدر شناسی کا نتیجہ تھا کہ ان استاد صاحب نے چالیس سے زائد عظیم الشان تالیفات چھوڑی ہیں۔ اور ہمارے بزرگوں کا یہی وہ طریقہ ہے کہ وقت کی قدر کرنے اور ایک لمحے کو ضائع نہ کرنیکی وجہ سے انہوں نے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں کہ آج ان کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اور یہ چیز ان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وقت کی جس نے بھی قدر کی وقت نے اس کی قدر کی اور ایسے شخص نے کامیابی حاصل کی۔

......عظیم ترین مصنف......

امام اہلسنت، مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں اور فتوی نویسی کی ابتداء سوا تیرہ سال کی عمر میں کی اور دن رات میں اڑھائی، تین گھنٹے کے قریب آرام فرماتے۔ بیماری کی حالت میں بھی کبھی مطالعہ وتصنیف وتحریر کو نہ چھوڑا بلکہ اگر کسی جگہ آب وہوا کی تبدیلی کے لئے جانا ہوا تو وہاں جانا اگرچہ ڈاکٹروں کے بقول سیر کے لئے ہوتا مگر آپ وہاں بھی اپنی

کتابیں لے کر جاتے اور مطالعہ وتصنیف کا سلسلہ وہاں بھی جاری رہتا اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں صحیح اسلامی عقائد موجود ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص کے ساتھ وقت کی اہمیت جاننے اور اسے صحیح طریقے سے استعمال کرنے کا نتیجہ ہے۔

ایک بزرگ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

وان اجل تحصیل عند العقلاء باجماع العلماء ھو الوقت فھو غنیمۃ تنتھز فیھا الفرص فالتکالیف کثیرۃ والاوقات خاطفۃ۔

ترجمہ: ''علماء وعقلا سب اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کی سب سے اہم پونجی جس کو بچا بچا کر استعمال کرنا چاہئے وقت ہے۔ لمحاتِ زندگی فراہم کرنے والا وقت درحقیقت بڑی غنیمت ہے اس لئے اس کو بچا بچا کر رکھنا چاہئے کہ انسان کے ذمہ کام بہت ہیں جب کہ وقت اچک کر بہت جلد غائب ہونے والی چیز ہے۔''

(ذیل طبقات حنابلہ، جلد 1، 146 تا 149)

......وقت کی قدر کا ایک عجیب واقعہ ......

مشہور ہے کہ کسی شخص نے ہارون رشید کے دربار میں ایک حیرت انگیز کرتب دکھانے کی اجازت چاہی تھی اجازت مل گئی تو دربار میں حاضر ہو کر فرش کے درمیان ایک سوئی کھڑی کر دی اور کچھ فاصلے پر کئی سوئیاں ہاتھ میں لے کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے ایک سوئی اٹھائی اور فرش پر کھڑی ہوئی سوئی کا نشانہ لیا حاضرین کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ یہ دوسری سوئی پہلی سوئی کے ناکے میں داخل ہو کر

پار ہو چکی ہے۔اس طرح اس نے تقریباً دس سوئیاں پھینکیں اور سب کی سب پہلی سوئی کے ناکے سے پار ہو گئیں۔ہارون رشید نے یہ حیرت انگیز کمال دیکھا تو حکم دیا کہ اس شخص کو دس دینار انعام میں دیئے جائیں اور دس کوڑے لگائے جائیں۔حاضرین نے اس عجیب وغریب انعام کی وجہ پوچھی تو ہارون رشید نے کہا: ''دس دینار اس شخص کی ذہانت اور نشانے کی سچائی کا انعام ہے اور دس کوڑے اس بات کی سزا ہے کہ اس نے اپنی خداداد صلاحیتیں اور قیمتی وقت ایک ایسے کام میں صرف کیا جس کا دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ وقت ایک انمول اور بے انتہاء قیمتی چیز ہے اور اسے لایعنی کاموں میں گزار دینا سراسر نقصان اور گھاٹے کا سودا ہے۔وقت تو ایسی چیز ہے کہ جس کو ہم استعمال کر کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام اور بہتر سے بہتر زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔وقت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کے پاس قیمتی موتیوں کا ہار یا تھیلی ہے جس کی قیمت اس قدر زیادہ ہے کہ اگر یہ ان کو بیچ دے تو ساری زندگی عیش اور آرام سے ٹھاٹ باٹھ کے ساتھ گزار سکتا ہے اگر یہ شخص ان موتیوں کو کسی گہری کھائی میں پھینک دے تو کوئی شخص ایسے کو عقلمند نہیں کہے گا بلکہ ہر کوئی اسے اعلیٰ درجے کا بیوقوف قرار دے گا اور اس کے اس فعل پر سخت افسوس کرے گا۔وقت کا معاملہ بھی ایسے ہی ہے کہ یہ ان موتیوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے خصوصاً طالب علم کے لئے وقت کی قدر انمول موتیوں سے کم نہیں کہ ان لمحات کو اگر ایک طالب علم حصولِ علم میں خرچ کرتا ہے تو اس کا جس قدر عمدہ، بہترین، لذیذ اور شیریں صلہ اس کو کچھ ہی عرصے بعد مل جائے گا وہ کچھ پوشیدہ نہیں اور وہ صلہ ایسا ہے کہ اس کو ضائع کرنا دنیاوی شان وشوکت کو ضائع کرنے

سے بڑھ کر ہے۔

......آٹھ سو جلدوں پر مشتمل کتاب......

جن حضرات نے وقت کی قدر کی اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بڑے بڑے کام آسان کردیئے اوران کے لئے اپنی توفیق کی راہیں کھول دیں اوران کے ہاتھوں اپنے دین کے بڑے بڑے کام لئے ذیل کے چند واقعات سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابوالوفاء بن عقیل کے بارے میں لکھا ہے کہ اللہ کے اس ایک بندے نے اسی (۸۰) فنون کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں اوران کی ایک کتاب آٹھ سو جلدوں میں ہے اور کہا جاتا ہے کہ دنیا میں لکھی جانے والی کتابوں میں یہ سب سے بڑی کتاب ہے۔

خود علامہ ابن الجوزی نے اسلامی علوم وفنون میں سے تقریباً ہر علم وفن پر کوئی نہ کوئی تصنیف چھوڑی ہے۔ مشہور ہے کہ ان کے آخری غسل کے واسطے پانی گرم کرنے کے لئے وہ تراشہ کافی ہو گیا تھا جو صرف احادیث لکھتے ہوئے قلم کے تراشنے میں جمع ہو گیا تھا۔

......علوم کے ذخیرے......

امام غزالی نے اٹھتر (78) اصلاحی، علمی اور تحقیقی کتابیں لکھیں جن میں صرف "یاقوت التاویل" چالیس جلدوں میں ہے۔

مشہور فلسفی اور طبیب "ابن سینا" کی مختلف تصانیف میں سے "الحاصل و المحصول" بیس جلدوں میں "الانصاف" بیس جلدوں میں "الشفاء" اٹھارہ جلدوں میں "لسان العرب" دس جلدوں میں اور یونہی کئی دیگر کتابیں کئی کئی جلدوں میں ہیں۔

......لاکھوں صفحات کی تحقیق......

مشہور محدث ابن شاہین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف روشنائی اتنی استعمال کی کہ اس کی قیمت سات سو درہم بنتی تھی۔

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیفات ایک ہزار (1000) کے قریب ہیں۔ ابن جریر نے اپنی زندگی میں تین لاکھ اٹھاون ہزار (358000) اوراق لکھے۔

علامہ باقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف معتزلہ کے رد میں ستر ہزار (70000) اوراق لکھے۔

نویں صدی کے مشہور محدث حافظ ابن حجر عسقلانی کی "فتح الباری شرح بخاری" چودہ جلدوں میں "تہذیب التہذیب" بارہ جلدوں میں، 'الاصابۃ' نو جلدوں میں "لسان المیزان" چار جلدوں میں اور "تغلیق التغلیق" پانچ جلدوں میں ہے۔

......تیس ہزار اوراق کی تفسیر......

ایک دن امام ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شاگردوں سے فرمانے لگے، اگر میں قرآن کی تفسیر لکھوں تو تم پڑھو گے؟ شاگردوں نے کہا، کتنی بڑی تفسیر ہوگی؟ فرمانے لگے: "تیس ہزار اوراق پر مشتمل ہوگی" شاگرد کہنے لگے، حضرت اتنی لمبی تفسیر پڑھنے کے لئے اتنی لمبی عمر کہاں سے لائیں گے؟ چنانچہ پھر علامہ ابن جریر نے تین ہزار اوراق پر مشتمل تفسیر لکھی اور سات سال تک اپنے شاگردوں کو املا کراتے رہے جو تیس جلدوں میں شائع ہوئی۔

(متاع وقت اور کاروان علم، صفحہ 184)

اللہ اکبر ان بزرگوں کا علمی شوق اور محنت تھی کہ تیس ہزار اوراق میں تفسیر لکھنے کے لئے تیار تھے اور آج حالت یہ ہے کہ لوگ تیس صفحے کا کتابچہ پڑھتے ہوئے بھی اکتاتے ہیں حالانکہ اگر روزانہ دینی کتب کے دس صفحات پڑھنے کا بھی التزام کرلیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کچھ ہی عرصہ کے بعد علم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ حاصل ہوسکتا ہے۔

......حصولِ علم کا جذبہ......

ابن الانباری کا واقعہ ہے کہ خلیفہ راضی کی کسی باندی نے ان سے اپنے کسی خواب کی تعبیر پوچھی چونکہ یہ اس چیز کا کوئی خاص علم نہیں رکھتے تھے اس لئے اس وقت بہانہ کر کے چلے گئے اور پھر خوابوں کی تعبیر کے متعلق ''کرمانی'' کی پوری کتاب ایک دن میں حفظ کی پھر آ کر تعبیر بتادی۔

(متاع وقت اور کاروان علم صفحہ 187)

اس طرح کے واقعات کی تفصیل دیکھنی ہے تو مشہور مصنف ''زرکلی'' کی کتاب ''اعلام'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے کس قدر کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور ان کی زندگیاں وقت کی قدر، علم سے محبت، علم میں اشتغال، تصنیف وتالیف، خدمتِ دین میں کس طرح صرف ہوئیں اور یہی وجہ ہے کہ آج ان کے نام ہمارے سامنے آتے ہیں تو ہمارے سر عقیدت سے جھک جاتے ہیں اور ہماری زبان ان کے لئے کلماتِ ثنا کہنا شروع کردیتی ہے نیز یہ حقیقت ہے کہ ان کے عظیم کارناموں اور محنتوں کی وجہ سے ہی آج ہمارے لئے دین اتنا آسان ہوچکا ہے۔ ان کے شب وروز کی محنتوں نے ہمیں بے پناہ مشقتوں سے بچالیا، ان کے وقت

کی قدر کرنے نے ہمارے لئے دین کے راستے آسان کر دیئے، ان کی بلند ہمتوں نے ہمارے لئے قرآن وحدیث کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی راہیں ہموار کر دیں۔ اور ان کی ان خدمات کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو سرخروئی اور سر بلندی عطا فرمائی۔ اور دنیا وآخرت میں ان کے نام کو روشن کر دیا۔

......شوق......

علم کا شوق ایک ایسی چیز ہے کہ علم کی کٹھن راہ اسی سواری پر سوار ہو کر طے کی جا سکتی ہے اور میدانِ علم میں جس قدر تیز رفتار یہ سواری ہے اور کوئی نہیں۔ اس پر جو بھی سوار ہوا اس نے اپنی منزل کو پالیا۔ ذیل میں چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ جن لوگوں کے دلوں میں علم کا شوق تھا ان کا طریقہ کار کیا ہوتا تھا اور یہ شوق کیسے ان کو علم کی طلب میں مشغول رکھتا تھا۔

......وقت کی قدر ......

علم عروض کے موجد اور علم نحو کے مشہور امام خلیل بن احمد فرماتے تھے:

اثقل الساعات علی ساعة اکل فیھا

ترجمہ: یعنی وہ ساعتیں مجھ پر بڑی گراں گزرتی ہیں جن میں میں کھانا کھاتا ہوں۔

(متاعِ وقت اور کاروانِ علم صفحہ 94)

......راہ چلتے مطالعہ......

علامہ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۱۴ میں خطیب بغدادی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ راہ چلتے بھی مطالعہ کرتے تھے تا کہ آنے جانے کا وقت ضائع نہ ہو۔ حافظ ابن

رجب نے ''ذیل طبقات حنابلہ'' میں اور علامہ ابن الجوزی نے '' المنتظم '' میں ابوالوفاء بن عقیل کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ فرماتے تھے: ''میں کھانے کے وقت کو مختصر کرنے کی بہت کوشش کرتا ہوں اکثر روٹی کے بجائے چورہ پانی میں بھگو کر استعمال کرتا ہوں کیونکہ روٹی اور چورہ کے استعمال میں کافی تفاوت ہے روٹی کھانے میں کافی وقت لگ جاتا ہے جب کہ ثانی الذکر کے استعمال سے مطالعہ وغیرہ کے لئے نسبتاً کافی وقت بچ جاتا ہے۔''

(متاعِ وقت اور کاروانِ علم صفحہ 94)

......حالتِ نزع میں حصولِ علم......

مشہور اسلامی ریاضی دان ''البیرونی'' کے نام سے کون ناواقف ہوگا۔ لکھا ہے کہ ان کا ہاتھ کبھی قلم سے اور ان کا دل کبھی فکرِ علم سے فارغ نہ ہوتا۔ ان کی وفات کے وقت کا وہ واقعہ پڑھئے جو علامہ یاقوت حموی نے ''معجم الادباء'' (جلد ۱۷ص ۱۸۱، ۱۸۲) میں لکھا ہے اور دیکھئے کہ کتنی تڑپ تھی ان کے دل میں علم کی۔

ابوالحسن علی بن عیسی ان کی وفات کے وقت حاضر خدمت ہوئے۔ اس وقت ان پر نزع کی حالت طاری تھی، تکلیف کی شدت تھی، طبیعت میں گھٹن تھی، زندگی کی اٹھتر (78) منزلیں طے کرنے والے علم کے اس شیدائی نے اسی حال میں ان سے دریافت کیا کہ تم نے ایک روز نانیوں کی میراث کا مسئلہ مجھے کس طرح بتایا تھا؟ علی بن عیسی نے کہا، کیا تکلیف کی اس شدت میں بھی بتاؤں؟ البیرونی نے جواب دیا اور ایسا جواب دیا جو صرف علم کا سچا عاشق ہی دے سکتا ہے۔ فرمایا، دنیا سے اس مسئلہ کا علم لے

کر میں رخصت ہوں کیا یہ اس سے بہتر نہیں کہ میں اس سے جاہل ہو کر اس دار فانی سے کوچ کروں۔ چنانچہ نزع کی اس کیفیت میں علی نے وہ مسئلہ ان کے سامنے دہرایا اور البیرونی نے یاد کرلیا۔علی بن عیسی کا بیان ہے کہ رخصت ہو کر ابھی میں راستے ہی میں تھا کہ گھر میں آہ و بکا کی آواز نے مجھے ان کی وفات کی اطلاع دی۔

(متاع وقت اور کاروانِ علم صفحہ 102)

......امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا علمی شوق......

ابراہیم بن الجراح امام یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیماری کی اطلاع سن کر عیادت کی غرض سے گئے تو امام پر نیم بیہوشی طاری تھی، کچھ طبیعت سنبھلی تو فرمانے لگے:''ابراہیم! اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ابراہیم کہنے لگے، حضرت! اس حال میں بھی مسائل کی بحث؟ فرمانے لگے، کیا حرج ہے ممکن ہے اسی سے کسی کی نجات ہو جائے۔ پھر مسئلہ پوچھا کہ رمیِ جمار (حج کے موقع پر جمرات کو کنکریاں مارنا) ماشیاً (پیدل) افضل ہے یا راکباً (سوار ہونے کی حالت میں)؟ ابراہیم نے کہا، ماشیاً (پیدل)۔ فرمایا، غلط۔ عرض کیا، راکباً (سوار ہو کر)، ارشاد ہوا''غلط'' کہنے لگے، ''آپ ہی بتا دیں'' فرمایا،''جس رمی کے بعد دعا کے لئے وقوف ہو، وہ ماشیاً (پیدل) ورنہ راکباً (سوار) افضل ہے۔'' ابراہیم رخصت لے کر ابھی دروازہ سے ہی گزر رہے تھے کہ حالتِ نزع میں علمی مسئلہ پر بحث کرنے والے یہ عظیم انسان وہاں چلے گئے جہاں سب گئے، سب کو جانا ہے۔

(متاع وقت اور کاروانِ علم صفحہ 154)

......ایک رات میں ہزار مسائل کا استنباط......

ایک مرتبہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں رات کو ٹھہرے امام شافعی تو رات بھر نفلیں پڑھتے رہے آپ ساری رات لیٹے رہے، امام شافعی کو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوئی، نماز فجر میں وضو کے لئے پانی لایا گیا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پانی سے وضو کئے بغیر نماز پڑھی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مزید تعجب ہوا، پوچھنے پر فرمایا کہ آپ نے تو ذاتی نفع کے پیش نظر رات بھر عبادت کی تاہم میں پوری امت کے لئے جاگتا رہا اور کتاب اللہ سے ایک ہزار سے کچھ اوپر مسائل نکالے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں یہ سن کر میں اپنی شبِ بیداری بھول گیا کہ عبادت کرتے ہوئے جاگنا اتنا دشوار نہیں جتنا لیٹ کر جاگنا۔

(متاع وقت اور کاروانِ علم صفحہ 157)

......حصول علم کے شوق کی انتہاء ......

اللہ جل شانہ نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم کی غیر معمولی محبت نصیب فرمائی تھی ان سے پوچھا گیا، علم کے ساتھ آپ کی محبت کیسی ہے؟ فرمانے لگے، جب کوئی نئی بات کان میں پڑتی ہے تو میرے جسم کا ہر ہر عضو اس کے سننے سے محظوظ (یعنی لطف اندوز) ہوا چاہتا ہے۔ پھر دریافت کیا گیا، علم کے لئے آپ کی حرص کتنی ہے؟ فرمانے لگے، سخت بخیل آدمی کو جتنی مال کی حرص ہوتی ہے۔ پوچھا گیا، علم کی طلب میں آپ کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ فرمایا، گمشدہ اکلوتے بیٹے کی ماں کی اپنے بیٹے کی طلب میں جو کیفیت ہوتی ہے۔

(متاع وقت اور کاروانِ علم صفحہ 162)

......ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شوقِ علم......

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حصولِ علم کے شوق کا یہ عالم تھا کہ عین وفات کے وقت کسی نے کوئی دعا سنائی تو قلم دوات منگوا کر اس سے لکھوانا چاہا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا حضور کیا اس حال میں؟ فرمانے لگے انسان کو چاہئے کہ مرتے دم تک علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے۔''

(متاعِ وقت اور کاروانِ علم صفحہ 185)

......ابن عقیل کا علمی شوق......

ابن عقیل چھٹی صدی کے مشہور عالم اور حنابلہ کے ائمہ میں سے ہیں اللہ جل شانہ نے ان کو وقت کی قدر و قیمت کا احساس اور علم و مطالعہ کا غیر معمولی شوق عطا فرمایا تھا۔ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں: ''میں نے زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا، یہاں تک کہ جب علمی بحث کرتے کرتے میری زبان تھک جائے اور مطالعہ کرتے کرتے آنکھیں جواب دینے لگیں تو میں لیٹ کر مسائل سوچنے لگ جاتا ہوں، بیس سال کی عمر میں علم کے شوق کا جو جذبہ میرے اندر تھا یہ جذبہ اس وقت کچھ زیادہ ہی ہے جب کہ اب میں اسی (۸۰) سال کا ہوں۔ میں مقدور بھر کوشش کرتا ہوں کہ کھانے میں کم سے کم وقت لگے بلکہ اکثر اوقات تو روٹی کے بجائے چورے کو پانی میں بھگو کر استعمال کرتا ہوں کیونکہ دونوں کے درمیان وقت صرف ہونے کے لحاظ سے کافی تفاوت ہے روٹی کھانے اور چبانے میں کافی وقت لگ جاتا ہے جب کہ ثانی الذکر کے استعمال سے مطالعہ وغیرہ کے لئے نسبتاً کافی وقت نکل آتا ہے۔

(متاعِ وقت اور کاروانِ علم صفحہ 198)

ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی حالت......

علم کے شوق کے حوالے سے مشہور محدث علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے حالات پڑھئے اور دیکھئے کہ علم کا شوق دل میں کیسے گھر کر لیتا ہے اور یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ خود اپنے حالات کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: ''مجھے یاد نہیں کہ میں کبھی راستہ میں بچوں کے ساتھ زور سے ہنسا ہوں مجھے یاد ہے کہ میں چھ سال کی عمر میں مکتب میں داخل ہوا۔ سات سال کی ابھی عمر تھی کہ میں جامع مسجد کے سامنے میدان میں چلا جایا کرتا تھا۔ وہاں کسی مداری یا شعبدہ باز کے حلقہ میں کھڑے ہو کر تماشہ دیکھنے کے بجائے محدِث کے درس حدیث میں شریک ہوتا وہ حدیث کی، سیرت کی جو بات کہتے وہ مجھے زبانی یاد ہو جاتی۔ گھر آ کر اس کو لکھ لیتا دوسرے لڑکے دجلہ کے کنارے کھیلا کرتے تھے اور میں کسی کتاب کے اوراق لے کر کسی طرف نکل جاتا اور الگ تھلگ بیٹھ کر مطالعہ میں مشغول ہو جاتا۔ میں اساتذہ اور شیوخ کے حلقوں میں حاضری دینے میں اس قدر جلدی کرتا کہ دوڑنے کی وجہ سے میری سانس پھولنے لگتی تھی، صبح و شام اس طرح گزرتی کہ کھانے کا کوئی انتظام نہ ہوتا۔

(متاع وقت اور کاروانِ علم صفحہ 207)

...... چھ ہزار کتابوں کا مطالعہ......

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مزید فرماتے ہیں: ''میں اپنا حال عرض کرتا ہوں میری طبیعت کتابوں کے مطالعہ سے کسی طرح سیر نہیں ہوتی۔ جب کوئی نئی کتاب نظر پڑ جاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا کہ کوئی خزانہ ہاتھ لگ گیا۔ اگر میں کہوں کہ میں نے طالب علمی میں بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو بہت زیادہ معلوم ہوگا مجھے ان کتابوں کے مطالعہ سے سلف کے حالات واخلاق، ان کی عالی ہمتی، قوت حافظہ، ذوقِ عبادت اور علوم نادرہ کا ایسا اندازہ ہوا جو ان کتابوں کے بغیر نہیں ہوسکتا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے اپنے زمانے کے لوگوں کی سطح پست معلوم ہونے لگی اور اس وقت کے طلبہِ علم کی کم ہمتی منکشف ہوگئی۔ میں نے مدرسہ نظامیہ کے پورے کتب خانہ کا مطالعہ کیا، جس میں چھ ہزار کتابیں ہیں، اسی طرح بغداد کے مشہور کتب خانے کتب الحنفیہ، کتب الحمیدی، کتب عبدالوھاب، کتب ابی محمد وغیرھا جتنے کتب خانے میری دسترس میں تھے سب کا مطالعہ کرڈالا۔

(متاع وقت اور کاروانِ علم صفحہ 208 تا 209)

......علم سونے چاندی سے بہتر ہے......

ابو کثیر نے کہا:

میراث العلم خیر من میراث الذھب، والنفس الصالحۃ خیر من لؤلؤ، ولا یستطاع العلم براحۃ الجسم

ترجمہ: ''علم کی میراث سونے چاندی کی میراث سے بہتر ہے۔ اچھا دل اچھے موتی

سے قیمتی ہے، علم دین آسانی کے ساتھ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔''

(حلیۃ الاولیاء: ج3،ص66)

......حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کا جذبہِ حصولِ علم......

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

بلغني حديث عن رجل من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم سمعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم أسمعه منه قال:فابتعت بعيرا وشددت رحلي وسرت إليه شهرا حتى أتيت الشام فإذا هو عبد الله بن أنيس الأنصارى رضى الله عنه فأرسلت إليه أن جابرا على الباب فرجع إلى رسوله فقال جابر بن عبد الله:قلت:نعم فدخل إليه الرسول فخرج إلى فاعتنقني واعتنقته فقلت:حديثا بلغني أنك سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم فى المظالم لم أسمعه ''

ترجمہ: مجھے ایک حدیث کے بارے میں پتہ چلا کہ فلاں صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے۔ اسی وقت میں نے اونٹ خریدا اس پر زِین کسی اور صحابی کی تلاش میں چل پڑا ایک مہینے کی دوڑ دھوپ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ صحابی ملک شام میں موجود ہیں اور عبداللہ بن انیس انصاری ان کا نام تھا۔ میں شام پہنچا اور اس کے دروازے پر اونٹ بٹھا دیا، گھر میں خبر بھیجی کہ جابر آپ کی چوکھٹ پر کھڑا ہے۔ خادم نے لوٹ کر کہا، میرے آقا پوچھتے ہیں کیا آپ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ ہیں؟ میں نے کہا ہاں مجھ ہی کو جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکل آئے اور مجھ سے معانقہ کیا، میں نے کہا سنا ہے آپ کے پاس مظالم کے بارے میں ایک ایسی حدیث موجود ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے نہیں سنی؟

(الآحاد والمثانی: باب تحشر اللہ عزوجل الناس، حدیث 1796)

......حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حصول علم کا جذبہ......

ابو سعید اعمیٰ سے روایت ہے کہ:

رحل أبو أيوب إلى عقبة بن عامر فأتى عقبة فقال حدثنا ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يبق أحد سمعه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من ستر على مؤمن في الدنيا ستره الله يوم القيامة فأتى راحلته فركب ورجع"

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینے سے مصر کا سفر محض اس لئے اختیار کیا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث سنیں چنانچہ یہ وہاں پہنچے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استقبال کیا تو فرمانے لگے میں ایک حدیث کے لئے آیا ہوں، جس کے سننے میں اب تمہارے سوا کوئی باقی نہیں۔ عقبہ نے حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا" جس کسی نے مومن کی ایک برائی ڈھکی، قیامت کے دن خدا اس کی پردہ پوشی کرے گا" حضرت ابو ایوب انصاری یہ حدیث سنتے ہی اپنے اونٹ کی

طرف بڑھے وہ سفر کے لئے تیار تھے، ایک لمحہ ٹھہرے بغیر مدینے واپس چلے گئے۔

(مسند امام احمد: باب حدیث عقبہ بن عامر، حدیث 16750)

......حصولِ علم کا جذبہ......

سعید بن مسیّب کہتے ہیں:

إن كنت لأسير الليالي والأيام في طلب الحديث الواحد

ترجمہ: ''میں ایک ایک حدیث کے لئے کئی کئی دن اور کئی کئی راتیں سفر کیا کرتا۔

(المدخل: باب ان كنت لاسير، حدیث 304)

شعبی کا بیان ہے:

ما علمت أن أحدا من الناس كان أطلب للعلم في أفق من الآفاق من مسروق

ترجمہ: ''میں نے مسروق سے بڑھ کر کسی کو علم کے لئے سفر کرنے والا نہیں سنا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج5، ص285)

......علم کب تک حاصل کرنا چاہیے؟......

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا: إلى متى يحسن التعلم ؟ علم کب تک حاصل کرنا چاہئے؟ فرمایا نما حسنت الحياة ''جب تک زندگی ہے''۔

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1، ص192، بیروت)

یہ حقیقت ہے کہ علم کی کوئی انتہاء نہیں۔ علوم دینیہ کے اس قدر شعبے ہیں اور آگے اس کی مزید اس قدر قسمیں ہیں کہ آدمی اگر پوری زندگی صرف علم کی ایک قسم کا مطالعہ کرنے اور اس میں تحقیق کرنے میں گزار دے تب بھی وہ اس علم کی انتہا تک نہیں پہنچ

سکتا۔لہٰذا جب تک زندگی باقی ہے تب تک علم کے ساتھ تعلق رکھنا چاہیے۔

...... جہالت عیب ہے......

منصور بن مہدی نے مامون رشید سے سوال کیا:

أيحسن بالشيخ أن يتعلم؟

ترجمہ: بوڑھوں کو بھی علم حاصل کرنا چاہئے؟

مامون نے جواب دیا:

إن كان الجهل يعيبه فالتعلم يحسن به

ترجمہ: ''اگر جہل بوڑھوں کے حق میں بھی معیوب ہے تو ضرور علم حاصل کرنا چاہئے''۔

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1،ص192، بیروت)

......عالم و جاہل......

چونکہ علم بار بار دہراتے رہنے اور مسلسل حاصل کرتے رہنے سے بڑھتا رہتا ہے اور ترک کردینے سے بھول جاتا ہے اور آہستہ آہستہ ختم ہوتا جاتا ہے اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ آدمی تب تک عالم ہے جب تک وہ علم سیکھنے میں مشغول ہے

چنانچہ ابن ابی غسان کا مقولہ ہے:

لا تزال عالما ما كنت متعلما فاذا استغنيت كنت جاهلا

ترجمہ: ''آدمی اسی وقت تک عالم ہے جب تک طالبِ علم ہے اور اس وقت سے جاہل ہے جب طالبِ علمی کو خیر باد کہہ دے''۔

(عیون الاخبار: ج2،ص134 بیروت)

......حصول علم کا جذبہ......

علم دین حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اپنی مالی ودینی حیثیت کو فراموش کر کے اپنے آپ کو مٹا کر علم حاصل کرنے جائے۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ میری آؤ بھگت بھی ہو، مجھے پڑھانے والے میرے پاس چل کر آئیں اور میں جب چاہوں جتنا چاہوں پڑھوں اور بجائے اس کے کہ میں استاد کے پیچھے چلوں استاد میرے پیچھے چل رہا ہو، تو ایسا شخص کبھی علم حاصل نہیں کرسکتا اور نہ ہی کبھی اس کو علم میں پختگی حاصل ہوسکتی ہے۔

چنانچہ نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے بیٹے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی صاحبزادگی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قریبی نسبت وتعلق کے باوجود علم سیکھنے کیلئے خود صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس جاتے، چنانچہ فرماتے ہیں:

وجدت عامة علم أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عند بهذا الحي من الأنصار إن كنت لأقيل بباب أحدهم، ولو شئت أذن لي، ولكن أبغي بذلك طيب نفسه

ترجمہ: ''اصحاب رسول اللہ میں قوم انصار کے پاس مجھے زیادہ تر علم ملا میں کسی انصاری کے دروازے پر دوپہر کی گرمی میں پڑا رہتا تھا، حالانکہ اگر میں چاہتا تو وہ ملاقات کے لئے فوراً نکل آتا، مگر مجھے اس کے آرام اور خوش دلی کا خیال رہتا تھا''۔

(عیون الاخبار: ج2، ص134 بیروت)

اساتذہ کے آداب میں سے یہ ایک اہم ادب ہے کہ پڑھنے پڑھانے کا معاملہ استاد کی صوابدید اور خوشی پر چھوڑ دیا جائے اور اگر کسی وقت استاد پڑھانے کے موڈ میں نہ ہو تو اس کو اس پر مجبور نہ کیا جائے۔

چنانچہ ایک مشہور محدث سے مروی ہے کہ

عمر ابن عبد العزيز يأتي عبيد الله بن عبد الله يسئله عن علم عباس فربما أذن له وربما حجبه۔

ترجمہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم حاصل کرنے کے لئے ان کے صاحبزادے حضرت عبیداللہ کے پاس جایا کرتے تھے وہ کبھی آنے دیتے اور کبھی لوٹا دیتے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج 1، ص 194 بیروت)

......علم میں تکالیف......

علم کی راہ میں تکلیفیں برداشت کرنا ہمارے بزرگان دین کا معمول ہے۔ اس راہ میں سفر کی دشواریاں، زادراہ کی کمی، اسباب و وسائل کی تنگی اور فقر و فاقہ تک کی نوبت بھی آتی ہے اور ہمارے بزرگانِ دین انہی مشقتوں کو سہتے ہوئے علم کے حصول میں کامیاب ہوئے۔ امام مالک کا قول ہے: ان هذا الامر لن ينال حتى يذاق فيه طعم الفقر "یہ علم حاصل نہیں ہوسکتا، جب تک اس کی راہ میں فقر و فاقہ کی لذت نہ چکھی جائے"۔

(جامع بیان العلم: ج 1، ص 194 بیروت)

......علم کیسے آتا ہے؟......

محنت کے بغیر کسی چیز کا حاصل ہونا تو دنیا میں عموماً ویسے بھی نہیں ہوتا اور جہاں تک علم کا تعلق ہے اس میں تو محنت اور حصول علم کے لئے کوشش کرنا تو نہایت ہی ضروری ہے۔ آج کل بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ حصول علم کے لئے کوشش تو بالکل نہیں کرتے اور اسی امید میں لگے رہتے ہیں کہ بیٹھے بٹھائے کہیں سے علم آ جائے۔ ایسا علم تو علم لدنی ہی ہوتا ہے اور علم لدنی تو خاص عطیہ الٰہیہ ہے جو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے جبکہ حصول علم کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو ظاہری سبب رکھا ہے وہ کوشش و محنت کرنا ہے۔ اس کو چھوڑ کر صرف علم لدنی کی دعائیں کرتے رہنا ہرگز ہرگز معقول نہیں بلکہ علم لدنی کا حصول چونکہ ایک قسم کی کرامت ہے اس لئے عام آدمی کے لئے اس کی دعا کرنا بھی جائز نہیں لہٰذا درست راستہ یہی ہے کہ آدمی حصولِ علم کے لئے کوشش کرے۔

چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

إنما العلم بالتعلم، والحلم بالتحلم، ومن يتحر الخير يعطه، ومن يتوق الشر يوقه

ترجمہ: ''علم سیکھنے سے آتا ہے، عقل کوشش سے پیدا ہوتی ہے جو کوئی کسی چیز کے لئے سرگرم ہوتا ہے وہ اسے پالیتا ہے اور جو کوئی کسی شر سے بھاگتا ہے وہ اس سے بچ جاتا ہے''۔

(المدخل: باب انما العلم بالتعلم، حدیث 289 بیروت)

......علم سیکھنے سے ہی آتا ہے......

؟ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انہوں نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ میں نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

يا أيها الناس ، إنما العلم بالتعلم ، والفقه بالتفقه

ترجمہ: ''اے لوگو! بے شک علم سیکھنے کے ساتھ ہی آتا ہے اور فقہ سمجھنے کے ساتھ ہی حاصل ہوتی ہے۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد1، صفحہ5)

......علم کے لئے تکلیف اٹھانا......

''حرملہ'' کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا:

لا يطلب هذا العلم أحد بالمال وعز النفس ، فيفلح ، ولكن من طلبه بذلة النفس وضيق العيش وحرمة العلم أفلح

ترجمہ: ''کوئی شخص اس علم کو بادشاہت یا عزتِ نفس کے ساتھ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا بلکہ جس نے اپنے نفس کو ذلیل کر کے اور عیش وآرام میں کمی کر کے اور علماء کی خدمت کر کے اس علم کو حاصل کرنے کی کوشش کی تو وہی کامیاب ہوا۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ93)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

إن الناس يقولون أكثر أبوهريرة ، وإني كنت ألزم رسول الله صلى الله عليه وسلم بشبع بطني حين لا آكل الخمير ، ولا

ألبس الحبير ترجمہ: ''لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرنے والے ہیں (یعنی لوگ یہ بات بطور اعتراض کے کہتے تھے حالانکہ میری حالت یہ تھی کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کو لازم پکڑ لیا تھا اور اپنے پیٹ کی تسکین کے لیے اپنے سینے کو یا اپنے پیٹ کو پتھر سے چمٹا لیا کرتا تھا اس وقت میں خمیری روٹی نہیں کھاتا تھا اور نہ ہی عمدہ لباس پہنتا تھا۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 93)

یحییٰ بن ابو کثیر فرماتے ہیں کہ:

لا يستطاع طلب العلم براحة الجسم

ترجمہ: ''بدن کی راحتوں اور آسائشوں کا خیال رکھتے ہوئے علم کی طلب ممکن نہیں۔

(المدخل: باب میراث العلم، حدیث 303 بیروت)

علم کے لئے محنت کی ضرورت کا انکار کوئی بھی نہیں کرسکتا۔ حصولِ علم کے لئے محنت کے بارے میں ماضی قریب کے عظیم محدث، اہلسنت کے پیشوا، محدثِ اعظم پاکستان، سیدی، مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند واقعات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حافظ عطاء الرحمٰن زید مجدہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی ذوق اور محنت ومشقت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

......شبِ بیداری اور مطالعہ......

(محدثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طالبعلمی کا زمانہ تھا اور یہ) وہ دور تھا کہ نہ (آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مدرسہ) جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام میں بجلی تھی اور نہ ابھی محلّہ سوداگران بریلی میں بجلی آئی تھی۔ اور طلبہ تو رات کو سو جاتے لیکن حضرت محدثِ اعظم

پاکستان رات کو بارہ ، ایک بجے تک میونسپل کمیٹی کے لیمپ کے نیچے کھڑے ہو کر اپنا سبق یاد فرمایا کرتے تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام (مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو معلوم ہوا تو اس وقت کے مہتمم صاحب کو مولانا سردار احمد کے کمرے میں لیمپ کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔

صرف ونحو کی ابتدائی کتب آپ نے مولانا محمد حسین اور حضرت حجۃ الاسلام سے پڑھیں جبکہ منیۃ المصلی ، قدوری ، کنز الدقائق اور شرح جامی تک کتابیں مفتی اعظم (مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ) سے پڑھیں۔

...... جب دیکھتا، پڑھتے دیکھتا......

حضرت مفتی اعظم فرماتے ہیں: میں جب ان (حضرت شیخ الحدیث) کو دیکھتا ، پڑھتے دیکھا۔ مدرسہ میں، قیام گاہ پرحتیٰ کہ جب مسجد میں آتے تو بھی کتاب ہاتھ میں ہوتی۔ اگر جماعت میں تاخیر ہوتی تو بجائے دیگر اذکار و اوراد کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے۔ انکے اس والہانہ ذوقِ تحصیلِ علم سے میں بہت متاثر ہوا۔ میرے دوسرے پنجابی طالبِ علم مولوی نذیر احمد سلمہ پڑھتے تھے۔ ان سے دریافت کرنے پر انہوں نے ان کی ساری سرگزشت سنائی۔ پھر ان کے ذریعے وہ میرے پاس آنے جانے لگے ان کے باصرار درخواست کرنے اور مولوی نذیر احمد کی سفارش پر میں نے انہیں منیہ ، قدوری، کنز اور شرح جامی تک پڑھایا۔

(حیاتِ محدثِ اعظم ، صفحہ 34)

......شب بھر مطالعہ......

راتوں کو جاگ کر پڑھنے کی عادت تو بریلی ہی میں حضرت شیخ الحدیث (مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے پختہ کر لی تھی۔ اجمیر شریف میں نہ صرف یہ عادتِ مبارکہ قائم رہی بلکہ اس میں کچھ اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ مولانا معین الدین شافعی کا بیان ہے کہ ''جب آپ اجمیر شریف تعلیم حاصل کرتے تھے تو اس دوران آپ کی محنت کا یہ عالم تھا کہ نمازِ عشاء کے بعد آپ سامنے کتاب رکھ کر بیٹھ جاتے اور مطالعہ کرتے ہوئے بسا اوقات فجر کی اذان ہو جاتی۔ اس محنت ولگن کو دیکھ کر حضرت فقیہ اعظم صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طباخ (لانگری) کو حکم فرما دیا تھا کہ ''سردار احمد کو نمازِ مغرب سے پہلے کھانا کھلا دیا کرو تا کہ اس کے مطالعہ میں حرج نہ ہو''۔

......اطبّاء کی ممانعت کے باوجود پابندیِ مطالعہ......

مطالعہ کتب کا کچھ ایسا ذوق تھا کہ کسی قیمت پر اس معمول میں ناغہ گوارا نہ تھا۔ ایک مرتبہ اجمیر مقدس میں آپ کے سر پر سخت چوٹ آئی۔ ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا اور کتب بینی کی سختی سے ممانعت کر دی۔ اس کے باوجود تکلیف کی پروا کئے بغیر مطالعہ میں مصروف رہے اور اسباق کا ناغہ نہ کیا۔

اپنی مطالعہ کی عادت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے خود حضرت محدثِ اعظم پاکستان فرماتے تھے کہ ''میں جب فقہ کی (مختصر) کتاب ''منیۃ المصلّی'' پڑھا کرتا تھا تو ساتھ (فقہ کی تیرہ جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب) فتاویٰ شامی کا بھی مطالعہ کیا کرتا تھا''۔

(حیاتِ محدثِ اعظم، صفحہ 36)

......دلچسپ رفیق اور بے ضرر ساتھی......

خلیفہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے، عبد اللہ بن عبد العزیز نے سب سے ملنا جلنا موقوف کر دیا تھا اور قبرستان میں رہنے لگے تھے ہمیشہ ہاتھ میں کتاب دیکھی جاتی تھی ایک مرتبہ اس بارے میں سوال کیا گیا تو کہنے لگے "میں نے قبر سے زیادہ واعظ، کتاب سے زیادہ دلچسپ رفیق اور تنہائی سے زیادہ بے ضرر ساتھی کوئی نہیں دیکھا"۔

......علم سے محبت......

حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے:

لقد غبرت لی أربعون عاما ماقمت ولا نمت الا والکتاب علی صدری

ترجمہ: "مجھ پر چالیس سال اس حال میں گزرے ہیں کہ سوتے جاگتے کتاب میرے سینے پر رہتی تھی"۔ امام بخاری سے پوچھا گیا: "حفظ (یعنی حافظے) کی دوا کیا ہے فرمایا،

ادمان النظر فی الکتب "کتاب بینی"۔

(جامع بیان العلم: ج2، ص390، 391 بیروت)

......علم کب تک حاصل کرنا چاہیے؟......

حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا:

إلی متی تطلب العلم ؟ قال: حتی الممات إن شاء الله وقیل له

مرة أخرى مثل ذلك فقال : لعل الكلمة التى تنفعنى لم أكتبها بعد ترجمہ:''آپ کب تک علم حاصل کرتے رہیں گے؟ جواب دیا'' موت تک انشاءاللہ'' ایک اور موقع پراس طرح جواب دیا''شاید وہ کلمہ اب تک میں نہ سنا ہو، جو میرے کام آئے''۔

(تھذیب التھذیب: ج5،ص384)

......علم کی اہمیت......

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ہر آدمی پر اپنی ضرورت کے مسائل سیکھنا ضروری ہے نمازی پرنماز کے، روزہ رکھنے والے پر روزے کے، زکوٰۃ دینے والے پرزکوٰۃ کے، حاجی پر حج کے، تجارت کرنے والے پر خرید وفروخت کے، قسطوں پر کاروبار کرنے والے کے لئے اس کاروبار کے، مزدوری پر کام کرنے والے کے لئے اجارے کے، شرکت پر کام کرنے والے کے لئے شرکت کے، مضاربت کرنے والے پر مضاربت کے (مضاربت یہ ہوتی ہے کہ مال ایک کا ہے اور کام دوسرا کرے گا)، طلاق دینے والے پر طلاق کے، میت کے کفن ودفن کرنے والے پر کفن ودفن کے، مساجد ومدارس، یتیم خانوں اور دیگر ویلفیئرز کے متولیوں پر وقف اور چندہ کے مسائل سیکھنا فرض ہے۔ یونہی پولیس، واپڈا اور دیگر محکموں کے ملازمین نیز جج اور کسی بھی ادارے کے افسر وناظمین پر رشوت کے مسائل سیکھنا فرض ہیں۔اسی طرح عقائد کے مسائل سیکھنا یونہی حسد، بغض، کینہ، تکبر، ریا وغیرہا جملہ امور کے متعلق مسائل سیکھنا ہر اس شخص پر لازم ہے جس کا ان چیزوں سے تعلق ہو پھر ان میں فرائض ومحرمات کا علم

فرض اور واجبات ومکروہ تحریمی کا علم سیکھنا واجب ہے اور سنتوں کا علم سیکھنا سنت ہے۔

اس مفہوم کی ایک حدیث سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

طلب العلم فريضة على كل مؤمن أن يعرف الصوم والصلاة ، والحرام والحدود والأحكام

ترجمہ: ''علم کا طلب کرنا ہر مومن پر فرض ہے یہ کہ وہ روزہ، نماز اور حرام اور حدود اور احکام کو جانے''۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ،جلد 1،صفحہ 43)

اس حدیث کی شرح میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

معنى قوله صلى الله عليه وسلم :طلب العلم فريضة على كل مسلم أن على كل أحد فرضا أن يتعلم ما لا يسعه جهله من علم حاله

ترجمہ: ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان ''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے'' کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنی موجودہ حالت کے مسائل سیکھے جس پر اس کی لاعلمی کو قدرت نہ ہو''۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ،جلد 1،صفحہ 45)

اسی طرح کا ایک اور قول حسن بن ربیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ

طلب العلم فريضة على كل مسلم کی تفسیر کیا ہے؟

فرمایا:لیس هو الذی تطلبون ، إنما طلب العلم فریضة أن یقع الرجل فی شیء من أمر دینه ، یسأل عنه حتی یعلمه"

ترجمہ:"یہ وہ علم نہیں ہے جس کو تم آج کل حاصل کررہے ہو بلکہ علم کا طلب کرنا اس صورت میں فرض ہے کہ آدمی کو دین کا کوئی مسئلہ پیش آئے تو وہ اس مسئلے کے بارے میں کسی عالم سے پوچھے یہاں تک کہ وہ عالم اسے بتادے"۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ،جلد 1 ،صفحہ 45)

......فرض علوم......

علی بن حسن بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ

"ما الذی یجب علی الناس من تعلیم العلم ؟

ترجمہ:علم سیکھنے کے اندر وہ کیا چیز ہے جو لوگوں پر فرض ہے؟

آپ نے فرمایا:أن لا یقدم الرجل علی الشیء إلا بعلم ، یسأل ویتعلم ، فهذا الذی یجب علی الناس من تعلیم العلم

ترجمہ:"وہ یہ ہے کہ آدمی کسی کام کی طرف قدم نہ اٹھائے جب تک اس کے بارے میں سوال کرکے اس کا حکم سیکھ نہ لے، یہ وہ علم ہے جس کا سیکھنا لوگوں پر واجب ہے"۔

اور پھر اپنے اس کلام کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

لو أن رجلا لیس له مال ، لم یکن علیه واجبا أن یتعلم الزکاة ، فإذا کان له مائتا درهم ، وجب علیه أن یتعلم کم یخرج ، ومتی

يخرج وأين يضع ، وسائر االأشياء على هذا

ترجمہ:''اگر کسی بندے کے پاس مال نہ ہوتو اس پر واجب نہیں کہ زکوۃ کے مسائل سیکھے بلکہ جب اس کے پاس دوسو درہم (ساڑھے باون تولے چاندی یایونہی ساڑھے سات تولےسونا) آجائے تو اس پر واجب ہوگا کہ وہ سیکھے کہ وہ کتنی زکوۃ ادا کرے گا؟ اور کب نکالے گا؟ اور کہاں نکالے گا؟ اور اسی طرح بقیہ تمام چیزوں کے احکام ہیں۔ (یعنی جب کوئی چیز پیش آئے گی تو اس کی ضرورت کے مسائل سیکھنا ضروری ہو جائے گا)

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ،جلد1،صفحہ 45)

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ أنه أمر تاجرا بالفقه قبل التجارة آپ نے ایک تاجر کو تجارت کرنے سے پہلے علم فقہ سیکھنے کا حکم دیا۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ،جلد1،صفحہ 45)

......روزمرہ کے مسائل سیکھنے کا حکم......

امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی فرماتے ہیں:'' ہر مسلمان پر یہ بات واجب ہے کہ وہ کھانے پینے، پہننے میں اور پوشیدہ امور کے متعلق ان چیزوں کا علم حاصل کرے جو اس کے لیے حلال ہیں اور جو اس پر حرام ہیں۔ یونہی خون اور اموال میں جو اس پر حلال ہے یا حرام ہے یہ وہ تمام چیزیں ہیں جن سے بے خبر (غافل) رہنا کسی کو بھی جائز نہیں ہے اور ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ ان چیزوں کو سیکھے۔۔۔۔ اور امام یعنی حاکمِ وقت مجبور کرے عورتوں کے شوہروں کو اور لونڈیوں کے آقاؤں کو کہ وہ انہیں وہ چیزیں سکھائیں جو ہم نے ذکر کیا اور حاکمِ وقت پر فرض ہے کہ وہ لوگوں کی اس بارے میں پکڑ کرے اور جاہلوں کو سکھانے کی جماعتیں ترتیب دے اور ان کے لئے

بیت المال کے اندر رزق مقرر کرے اور علماء پر واجب ہے کہ وہ جاہلوں کو وہ چیزیں سکھائیں جن سے وہ حق و باطل میں فرق کرلیں۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 1، صفحہ 46)

ان تمام اقوال سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ علم دین سیکھنا صرف کسی ایک خاص گروہ کا کام نہیں بلکہ اپنی ضرورت کی بقدر علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت علم دین سے دور نظر آتی ہے۔نمازیوں کو دیکھیں تو چالیس چالیس سال نماز پڑھنے کے باوجود حال یہ ہے کہ کسی کو وضو کرنا نہیں آتا تو کسی کو غسل کا طریقہ معلوم نہیں، کوئی نماز کے فرائض کو صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتا تو کوئی واجبات سے جاہل ہے، کسی کی قراءت درست نہیں تو کسی کا سجدہ غلط ہے۔

یہی حال دیگر عبادات کا ہے خصوصا جن لوگوں نے حج کیا ہو ان کو معلوم ہے کہ حج میں کس قدر غلطیاں کی جاتی ہیں۔اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ بس حج کے لئے چلے جاؤ جو کچھ لوگ کر رہے ہوں گے وہی ہم بھی کرلیں گے۔جب عبادات کا یہ حال ہے تو دیگر فرض علوم کا حال کیا ہوگا؟

حسد، بغض، کینہ، تکبر، غیبت، چغلی، بہتان اور نجانے کتنے ایسے امور ہیں جن کے مسائل کا جاننا فرض ہے لیکن ایک بڑی تعداد کو ان کی تعریف کا پتہ تک نہیں بلکہ ان کی فرضیت تک کا علم نہیں۔یہ وہ چیزیں ہیں جن کا گناہ ہونا عموماً لوگوں کو معلوم ہوتا ہے اور وہ چیزیں جن کے بارے میں بالکل بے خبر ہیں جیسے خرید و فروخت، ملازمت، مسجد و مدرسہ اور دیگر بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے لوگوں کو یہ تک معلوم نہیں

کہ ان کے کچھ مسائل بھی ہیں۔ ایک اندھیر نگری مچی ہوئی ہے، ایسی صورت میں ہر شخص پر ضروری ہے خود بھی علم سیکھے اور جن پر اسکا بس چلتا ہو انہیں بھی علم سیکھنے کی طرف لائے اور جنہیں خود سکھا سکتا ہے انہیں سکھائے۔

اگر تمام والدین اپنی اولاد کو اور تمام اساتذہ اپنے شاگردوں کو اور تمام پیر صاحبان اپنے مریدوں کو اور تمام افسران و صاحبِ اقتدار حضرات اپنے ماتحتوں کو علم دین کی طرف لگادیں تو کچھ ہی عرصے میں ہر طرف دین اور علم کا دور دورہ ہو جائے گا اور لوگوں کے معاملات خود بخود شریعت کے مطابق ہوتے جائیں گے۔

فی الوقت جو نازک صورتِ حال ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگالیں کہ ایک مرتبہ سناروں کی ایک بڑی تعداد کو ایک جگہ جمع کیا گیا جب ان سے تفصیل کے ساتھ ان کا طریقہ کار معلوم کیا گیا تو واضح ہوا کہ اس وقت سونے چاندی کی تجارت کا جو طریقہ رائج ہے وہ تقریباً اسی فیصد خلافِ شریعت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہماری دیگر تجارتیں اور ملازمتیں بھی کچھ اسی قسم کی صورت حال سے دوچار ہیں۔

جب معاملہ اتنا نازک ہے تو ہر شخص اپنی ذمہ داری کو محسوس کر سکتا ہے اس لئے ہر شخص پر ضروری ہے کہ علم دین سیکھے اور حتی الامکان دوسروں کو سکھائے یا اس راہ پر لگائے اور یہ محض ایک مشورہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کلکم راع، وکلکم مسئول عن رعیته، فالأمیر راع علی

الناس ، ومسئول عن رعيته ، والرجل راع على أہله ، ومسئول عن زوجته ، وما ملكت يمينه ''تم میں سے ہر ایک حاکم (نگہبان) ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اسکی رعایا (ماتحتوں) کے بارے میں سوال کیا جائے گا پس شہر کا امیر (حکمران) لوگوں پر حاکم ہے اس سے اسکے ماتحت لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور اس سے اسکی بیوی کے بارے میں اور اس کے بارے میں جس کا وہ مالک ہے (غلام لونڈیوں کے بارے میں) پوچھا جائے گا جن کا وہ مالک ہے''۔

(معجم صغیر للطبرانی: باب کلکم راع الخ، حدیث 451 بیروت)

......بچوں کو ادب سکھانا......

مذکورہ بالا حدیث میں اگرچہ ہر بڑے کو اپنے ماتحت کو علم سکھانے کا فرمایا ہے لیکن والدین پر اپنی اولاد کی ذمہ داری چونکہ سب سے زیادہ ہے اس لئے ان کو بطور خاص تاکید فرمائی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت عثمان بن ابراھیم بن محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا کہ آپ ایک شخص کو فرما رہے تھے:

أدب ابنك فإنك مسئول عن ولدك ، ما علمته ؟ وهو مسئول عن برك وطاعته لك

ترجمہ: ''اپنے بیٹے کو ادب سکھاؤ بے شک تم سے تمہارے لڑکے کے بارے میں

پوچھا جائے گا جو تم نے اسے سکھایا اور تمہارے اس بیٹے سے تمہاری فرمانبرداری اور اطاعت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

(شعب الایمان: باب الستون من شعب الایمان، حدیث 8409 بیروت)

اس حدیث پر والدین کو خصوصاً غور کرنا چاہیے۔ قیامت کے دن اولاد کے بارے میں یہی گرفت میں آئیں گے۔ اگر صرف والدین ہی اپنی اولاد کی دینی تربیت وتعلیم کی طرف بھرپور توجہ دے لیں تو علم دین سے دوری کا مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔ مگر افسوس کہ دنیوی علوم کے سکھانے میں تو والدین ہر قسم کی تکلیف گوارا کرلیں گے، اسکول کی فیس بھی دیں گے، کتابیں بھی خرید کر دیں گے اور نجانے کیا کیا کریں گے لیکن علم دین جو ان سب کی بنسبت ضروری اور مفید ہے اس کے بارے میں کچھ بھی توجہ نہیں دیں گے۔ بلکہ بعض ایسے بدقسمت والدین کو دیکھا ہے کہ اگر اولاد دین اور علم دین کی طرف راغب ہوتی ہے تو انہیں جبراً منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں کیا رکھا ہے۔

ہم دنیوی علم کی اہمیت وضرورت کا انکار نہیں کرتے لیکن یہ دینی علم کے بعد ہے اور والدین کا یہ کہنا کہ علمِ دین میں رکھا ہی کیا ہے یہ بالکل غلط جملہ ہے۔ اول تو یہ جملہ ہی کفریہ ہے کہ علم دین کی تحقیر ہے۔ دوم اسی پر غور کرلیں کہ علم دین سیکھنا اور سکھانا افضل ترین عبادت، انبیاء کی وراثت، دنیا وآخرت کی خیر خواہی اور قبر وحشر کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

آج نہیں تو کل جب حساب کے لئے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا پڑے گا اس وقت پتہ چلے گا کہ علم دین کیا ہے بلکہ صرف اسی بات پر غور کرلیں کہ مرتے وقت آج

تک آپ نے کسی شخص کو دیکھا ہے کہ جس کو علم دنیا حاصل نہ کرنے پر افسوس ہورہا ہو ۔ہاں علم دین حاصل نہ کرنے ،دینی راہ پر نہ چلنے،اللہ تعالٰی کی رضا کے کام نہ کرنے پر افسوس کرنے والے آپ کو ہزاروں ملیں گے اور یونہی مرنے کے بعد ایسا کوئی شخص نہ ہوگا جسے ڈاکٹری نہ سیکھنے پر،انجینئر نہ بننے پر،سائنسدان نہ بننے پر افسوس ہورہا ہو البتہ علم دین نہ سیکھنے پر افسوس کرنے والے بہت ہوں گے۔ بلکہ خود حدیث پاک میں موجود ہے کہ کل قیامت کے دن جن آدمیوں کو سب سے زیادہ حسرت ہوگی ان میں ایک وہ ہے جس کو دنیا میں علم حاصل کرنے کا موقع ملا اور اس نے علم حاصل نہ کیا۔ نیز علم کی تعلیم ایسی عظیم شے ہے کہ مرنے کے بعد بھی فائدہ دیتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

......مرنے کے بعد کام آنے والی چیزیں......

إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة إلا من صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له

ترجمہ:''انسان جب مرجاتا ہے اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے مگر تین چیزیں (کہ مرنے کے بعد بھی یہ عمل ختم نہیں ہوتے اسکے نامہ اعمال میں لکھے جاتے ہیں) صدقہ جاریہ، اور علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو،اور اولاد صالح جو اسکے لیے دعا کرتی ہے۔''

(مسلم:باب مایلحق الانسان الخ،حدیث 3084 بیروت)

مزید ارشاد فرمایا:

إن مما يلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موته علما علمه

ونشره وولدا صالحا تركه ومصحفا ورثه أو مسجدا بناه أو بيتا لابن السبيل بناه أو نهرا أجراه أو صدقة أخرجها من ماله في صحته وحياته يلحقه من بعد موته

ترجمہ: ''مومن کو اُسکے عمل اور نیکیوں سے مرنے کے بعد بھی یہ چیزیں پہنچتی رہتی ہیں علم جس کی اس نے تعلیم دی اور اشاعت کی اور اولاد صالح جسے چھوڑ کر مرا ہو یا مصحف جسے میراث میں چھوڑا یا مسجد بنائی یا مسافر کیلئے مکان بنادیا یا نہر جاری کر دی یا اپنی صحت اور زندگی میں اپنے مال سے صدقہ نکال دیا جو اسکے مرنے کے بعد اسکو ملے گا۔''

(ابن ماجہ: باب ثواب معلم الناس الخ، حدیث 238 بیروت)

...... جنت کا آسان راستہ ......

علم دین سیکھنا، سکھانا، اس کے لئے اٹھنا بیٹھنا، کوشش کرنا، علم کی راہ میں چلنا، اکٹھے ہو کر سبق کا تکرار کرنا سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبادت اور باعثِ ثواب ہیں خصوصاً علم دین سیکھتے وقت تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ علمِ دین سیکھنے والوں کے اعزاز میں آسمان کے فرشتے نازل فرمادیتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقا إلى الجنة وما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدارسونه بينهم إلا نزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرحمة وحفتهم الملائكة وذكرهم الله فيمن عنده ومن بطأ به

عمله لم يسرع به نسبه

ترجمہ: ''جو شخص کسی راستے پر علم کی طلب میں چلے۔ اللہ تعالی اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیگا اور جب کوئی قوم اللہ کے گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور اسکو پڑھائے تو ان پر سکینہ (اطمینان وسکون) اترتا ہے اور اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ملائکہ گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالی ان کا ذکر ان لوگوں میں کرتا ہے جو اسکے مقرب ہیں اور جس کے عمل نے سستی کی تو اس کا نسب اسے تیز رفتار نہیں کرے گا۔''

(مسلم: باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ، حدیث 4867 بیروت)

حدیث کا آخری حصہ بھی خصوصی طور پر قابل غور ہے کہ محض اپنے نسب یا کسی نسبت کو سب کچھ سمجھ لینا درست نہیں بلکہ اس کے ساتھ عمل کرنے کا بھی حکم ہے۔ اپنے نسب یا نسبت کی وجہ سے علم کے حصول اور عمل سے دور ہو جانا سراسر خسارہ ہے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اس زمانے میں ایک بہت بڑی تعداد اسی دھوکے میں مبتلا ہے۔

......طالبِ علم کی انتہاء......

جس شخص کے دل میں ایمان کی حلاوت اور علم کی مٹھاس موجود ہو علم دین سیکھنے سے اس کا دل نہیں اکتاتا بلکہ اپنے معمولات کے ساتھ ساتھ علم سیکھتے رہنا اس کی زندگی کا مقصد بن جاتا ہے اور آخر کار اس علم کے حصول کی انتہا جنت پر ہوتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لن يشبع المؤمن من خير يسمعه حتى يكون منتهاه الجنة

ترجمہ: ''مومن کبھی خیر یعنی علم سے آسودہ نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا منتہی (انجام) (ٹھکانہ) جنت ہوتا ہے۔''

(ترمذی: باب ماجاء فی فضل الفقہ، حدیث 2610)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

منهوسان لا يشبعان: صاحب العلم وصاحب الدنيا ولا يستويان، أما صاحب العلم فيزداد رضا للرحمن، وأما صاحب الدنيا فيتمادى فى الطغيان. ثم قرأ عبد الله (كلا إن الإنسان ليطغى أن رآه استغنى) قال وقال الآخر (انما يخشى الله من عباده العلماء)

ترجمہ: ''دو حریص آسودہ نہیں ہوتے ایک صاحبِ علم، دوسرا صاحبِ دنیا مگر یہ دونوں برابر نہیں۔ صاحبِ علم اللہ کی خوشنودی زیادہ حاصل کرتا رہتا ہے اور صاحبِ دنیا سرکشی میں بڑھتا جاتا ہے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیات پڑھیں: كلا ان الا نسا ن ليطغى ان راه استغنى

ترجمہ: ''ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا''۔

(کنزالایمان)

اور دوسرے کے لیے فرمایا:

انما يخشى الله من عباده العلماء

ترجمہ: ''اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں''۔

(کنزالایمان)

(سنن دارمی: باب فضل العلم، حدیث 341 بیروت)

......رات میں علم دین پڑھنے کی فضلیت......

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ جو شخص بلندیوں کا طالب ہے وہ راتوں کو جاگتا ہے۔ اس فرمان کی حقانیت ہر وہ شخص جانتا ہے جس نے زندگی میں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ خواہ دنیوی کامیابی کی بات ہو یا دینی کامیابی کی، بغیر محنت کے اس کا حصول بہت دشوار ہے۔

بزرگان دین کے راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے کے واقعات ہزاروں کی تعداد میں ملتے ہیں یونہی علم حاصل کرنے والے شائقین کی داستانِ شوق بھی کتابوں میں کثرت سے ملتی ہیں اور یہ کیوں نہ ہو۔ علم دین کے لئے رات کی ایک گھڑی جاگنا دیگر نفلی عبادتوں میں مصروف رہنے سے افضل ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ ایک طرف وہ شخص ہے جو شدید سردی کے موسم میں اپنے نرم و گرم بستر سے نکل کر ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہے اور شدید سردی میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے اور ساری رات عبادت میں مشغول رہتا ہے۔ اس شخص نے اپنی نیند، اپنا آرام عبادت کے لئے قربان کیا اور اس قدر مشقت برداشت کی اور دوسری طرف وہ شخص ہے جو رات کے وقت وضو ہو یا نہ ہو، اپنے گرم بستر میں آرام سے بیٹھا ہوا ہے اور علم دین کی کتاب اس کے ہاتھ میں ہے اور مسائل دینیہ پڑھنے، یاد کرنے میں مصروف ہے یا کسی کے ساتھ مسائل پر تکرار کر رہا ہے اس دوسرے شخص کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس عبادت کرنے والے شخص سے زیادہ ہے اور اِس دوسرے کا

ایک گھڑی جاگنا، عبادت میں مشغول ہونے والے شخص سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

''تدارس العلم ساعة من الليل خير من إحيائها''

ترجمہ: ایک گھڑی رات میں پڑھنا پڑھانا ساری رات عبادت سے افضل ہے۔

(دارمی: باب مذاکرۃ العلم، حدیث 627 بیروت)

......رات بھر کے قیام سے افضل......

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مذاكرة للعلم ساعة، خير من قيام ليلة .

ترجمہ: ''علم دین میں آپس میں ایک لمحہ کلام کرنا ساری رات کے قیام (عبادت) سے بہتر ہے۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 1، صفحہ 16)

......علم دین میں بحث کرنے کی فضیلت......

قال رجل لأبى مجلز وهم يتذاكرون الفقه والسنة :لو قرأت علينا سورة من القرآن، فقال : ما أنا بالذى أزعم أن قراءة القرآن أفضل مما نحن فيه

ترجمہ: ''ایک مرد نے حضرت ابومجلز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا جب وہ فقہ اور حدیث کے بارے میں بحث کر رہے تھے اس شخص نے کہا: ''کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ ہمارے سامنے قرآن پاک کی کسی سورت کی تلاوت فرماتے'' آپ نے فرمایا، میں اس شخص کی

طرح نہیں جو یہ گمان کرتا ہے کہ قرآن کی قرآءت افضل ہے اس علم دین سے جس میں ہم بحث کرر ہے ہیں۔"

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 1، صفحہ 17)

......زیادہ پسندیدہ چیز......

حضرت ابراہیم بن ہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا کہ

"قلت لاحمد بن حنبل أى شیء أحب إليك ، أجلس بالليل أنسخ ، أو أصلى تطوعا ؟ قال إذا كنت تنسخ ، فأنت تعلم به أمر دينك ، فهو أحب إلى

ترجمہ: "میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: "کونسی چیز آپ کو زیادہ پسند ہے یہ کہ میں رات کو بیٹھ کر کتاب نقل کروں یا رات کو نفل نماز پڑھوں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا، جب تم کتاب کو نقل کرو اور تم اس سے دین کی کوئی بات سیکھو تو وہ میرے نزدیک نفل پڑھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔"

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 1، صفحہ 17)

......افضل مجلس......

خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے علم دین حاصل کرنے والوں کو ذکر وغیرہ میں مشغول ہونے والوں پر فضیلت دی۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

"أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم مر بمجلسين فى مسجده

فقال : كلاهما على خير وأحدهما أفضل من صاحبه ، أما هؤلاء فيدعون الله ويرغبون إليه فإن شاء أعطاهم وإن شاء منعهم ، وأما هؤلاء فيتعلمون الفقه والعلم ويعلمون الجاهل فهم أفضل ، و إنما بعثت معلما قال:ثم جلس فيهم"

ترجمہ: ایک دن رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) مسجد میں تشریف لائے وہاں دو مجلسیں تھیں (ایک ذکر والی اور ایک علم والی) فرمایا کہ دونوں مجلسیں اچھی ہیں اور ایک (یعنی علم والی مجلس) دوسری (یعنی ذکر والی مجلس) سے افضل ہے یہ (ذکر والے) لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور اسکی طرف رغبت کرتے ہیں وہ چاہے تو ان کو دے اور چاہے تو منع کر دے اور یہ دوسری مجلس والے جو علم سیکھتے ہیں اور جاہلوں کو سکھاتے ہیں یہ افضل ہیں اور مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے، (یہ فرما کر) اسی (علم کی) مجلس میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) بیٹھ گئے۔"

(سنن دارمی: باب فضل العلم، حدیث 357 بیروت)

......جس علم سے نفع نہ اٹھایا جائے......

علم حاصل کرنے کے آداب میں سے ہے کہ جب علم سیکھا جائے تو اس سے نفع بھی اٹھایا جائے اور علم سے نفع دو طرح ہے، ایک تو یہ کہ آدمی اس علم پر عمل کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس علم کو خرچ کیا جائے یعنی دوسروں کو سکھایا جائے اور دوسرے لوگوں کو وعظ و تقریر یا تحریر کے ذریعے پہنچایا جائے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن مثل علم لا ینفع کمثل کنز لا ینفق فی سبیل اللہ

ترجمہ: ''جس علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے وہ اس خزانے کی طرح ہے جس میں سے راہ خدا عزوجل میں خرچ نہ کیا جاتا ہو۔

(مسند امام احمد: باب مسند ابو ہریرہ، حدیث 10071)

......بروز قیامت حسرت زدہ لوگ......

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا:

أشد الناس حسرۃ یوم القیامۃ رجل أمکنہ طلب العلم فی الدنیا فلم یطلبہ، ورجل علم عاما فانتفع بہ من سمعہ منہ دونہ''

ترجمہ: سب سے زیادہ حسرت قیامت کے دن اس کو ہوگی جسے دنیا میں طلب علم کا موقع ملا مگر اس نے طلب نہیں کیا اور اس شخص کو ہوگی جس نے علم حاصل کیا اور اس سے سن کر دوسروں نے نفع اٹھایا یا خود اس نے نفع نہیں اٹھایا۔

(التیسیر شرح جامع صغیر: باب حرف الھمزہ)

......علم کی عظمت......

علمِ دین ہزاروں خوبیوں کا جامع ہے۔ اس میں دین بھی ہے اور دنیا بھی، اس میں آرام واطمینان بھی ہے اور لذت وراحت بھی۔ اس طرح کے کثیر فوائد پر مشتمل حدیث کا مطالعہ فرمائیں۔ حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

۞...... تعلموا العلم ؛ فإن تعلیمہ للہ خشیۃ ''علم حاصل کرو کیونکہ اللہ کی

رضا کے لئے علم کی تعلیم خشیت ہے۔

❁...... طلبه عبادة "علم کی طلب عبادت ہے۔

❁...... مذاكرته تسبيح "علم کا مذکرہ تسبیح ہے۔

❁......البحث عنه جهاد "اس کے بارے میں بحث کرنا جہاد ہے۔

❁...... تعليمه لمن لا يعلمه صدقة" بےعلموں کو علم سکھانا صدقہ ہے۔

❁......بذله لأهله قربة "مستحقوں میں علم خرچ کرنا قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

❁...... أنه معالم الحلال والحرام "علم حلال وحرام کا نشان ہے۔

❁......منار سبل أهل الجنة "جنت کے راستوں پر روشنی کا ستون ہے۔

❁......هو الأنس في الوحشة "تنہائی میں مونس ہے۔

❁...... الصاحب في الغربة "پردیس میں رفیق ہے۔

❁......المحدث في الخلوة "خلوت میں ندیم ہے۔

❁......الدليل على السراء والضراء "راحت ومصیبت کا بتانے والا ہے

❁...... السلاح على الأعداء "دشمن کے مقابلے میں ہتھیار ہے۔

❁......والزين عند الأخلاء "دوستوں میں زینت ہے۔

❁...... يرفع الله به أقواما فيجعلهم في الخير قادة وأئمة يقتص آثارهم" علم کے ذریعہ خدا بعضوں کو اٹھاتا ہے اور نیکیوں کے میدان میں ایسا پیشوا بنادیتا ہے کہ لوگ اس کے نقش قدم پر چلیں۔

❁...... يقتدى بأفعالهم "ان کی سیرت کو نمونہ بنادیا جاتا ہے۔

❁...... ينتهى إلى رأيهم "ان کے قول پر عمل کیا جاتا ہے۔

۞...... ترغب الملائكة في خلتهم" ملائکہ ان کی خدمت پر راغب ہوتے ہیں۔

۞...... بأجنحتها تمسحهم "فرشتے اپنے پروں سے انہیں چھوتے ہیں۔

۞...... يستغفر لهم كل رطب ويابس، وحيتان البحر وهوامه وسباع البر وأنعامه "ان کی مغفرت کے لئے ہر چیز (حتیٰ کہ) پانی کی مچھلیاں، زمین کے کیڑے مکوڑے خشکی کے درندے اور چرند دعا کرتے ہیں۔

۞...... العلم حياة القلوب من الجهل" جہالت کے مقابلے میں علم دلوں کے لئے زندگی ہے۔

۞...... مصابيح الأبصار من الظلم تاریکی میں آنکھوں کے لئے روشنی ہے

۞...... يبلغ العبد بالعلم منازل الأخيار والدرجات العلا في الدنيا والآخرة" علم ہی کے ذریعے بندے دنیا وآخرت میں نیکوں کے مرتبے پاتے ہیں اور بلند درجے حاصل کرتے ہیں۔

۞......التفكر فيه يعدل الصيام ومدارسته تعدل القيام "علم میں غور وفکر کرنا روزے کے برابر ہے اور علم میں مشغولیت راتوں کا جاگ کر عبادت کرنے کے برابر ہے۔

۞......به توصل الأرحام" علم ہی سے رشتے جڑتے ہیں۔

۞...... به يعرف الحلال من الحرام "علم ہی سے حلال وحرام کی شناخت ہوتی ہے۔

۞...... ھو إمام والعمل تابعه "علم عمل کا رہنما ہے اور عمل علم کے پیچھے پیچھے ہوتا ہے۔

۞...... یلھمه السعداء ویحرمه الأشقیاء "نصیب والوں ہی کو علم کی توفیق میسر آتی ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔

(ابو نعیم فی الحلیہ: ج1، ص239)

......قربِ الٰہی کا طریقہ......

تمام عبادتوں کا اصل مقصود اللہ تعالٰی کی معرفت اور اس کا قرب حاصل کرنا ہے اور اس کے لئے مختلف لوگ مختلف طریقے استعمال کرتے ہیں اور ہر آدمی کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ سب سے اچھے، سب سے آسان اور سب سے زیادہ مفید طریقے کو اختیار کیا جائے۔

آیئے آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ قربِ الٰہی کا سب سے بڑا اور سب سے افضل ذریعہ کیا ہے؟ یقین جانئے کہ یہ ذریعہ علمِ دین ہے۔ جس کے پاس جتنا دین کا علم ہے وہ اتنا ہی اللہ تعالٰی کے قریب ہے۔ چنانچہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقولہ ہے:

- ما یراد اللہ عز وجل بشیء أفضل من طلب العلم وما طلب العلم فی زمان أفضل منه الیوم "علم سے بہتر قربت الٰہی کا کوئی راستہ نہیں اور آج سے زیادہ طلبِ علم کبھی افضل نہ تھی۔

(حلیۃ الاولیاء: ج6، ص365)

مشہور محدث عبد الرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک عرب سے یہ فرماتے ہوئے سنا:

اطلبوا العلم ؛ فإني أخاف أن يخرج العلم من عندكم فيصير إلى غيركم فتذلوا ، اطلبوا العلم ؛ فإنه شرف في الدنيا وشرف في الآخرة ترجمہ: اے قومِ عرب! علم حاصل کرو ورنہ مجھے ڈر ہے کہ علم تم سے نکل کر غیروں میں چلا جائے گا اور تم ذلیل ہو کر رہ جاؤ گے۔ علم حاصل کرو، کیونکہ علم دنیا میں بھی عزت ہے اور آخرت میں بھی عزت ہے"۔

(حلیۃ الاولیاء: ج6، ص368)

سیدنا سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان کس قدر برحق ہے کہ آپ نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے لوگوں سے فرمایا تھا کہ علم دنیا و آخرت کی عزت و کامیابی کا ذریعہ ہے اور اگر علم تم سے نکل کر غیروں کے پاس چلا گیا تو تم ذلیل ہو جاؤ گے۔

آج مسلمانوں کی حالت کو دیکھ لیں کہ علم سے دوری کے باعث کس قدر ذلت و رسوائی اٹھانا پڑ رہی ہے جب تک علم دین کا دور دورہ رہا سب کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس رہا اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے کوششوں میں لگے رہے اور جب علم سے دور ہوئے تو آہستہ آہستہ تمام شعبوں میں غفلت کی لپیٹ میں آتے گئے اور بالآخر اس ذلت سے دوچار ہونا پڑا جس کو ہر کوئی آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

......علم جمال اور دولت ہے......

خلیفہ عبد الملک بن مروان نے اپنے لڑکوں کو نصیحت کی "علم حاصل کرو، کیونکہ

اگر تم مال دار ہوئے تو علم تمہارا جمال ہوگا اور غریب ہو گئے تو علم تمہارے لئے دولت ثابت ہوگا''۔

(جامع بیان العلم: ج1،ص120 بیروت)

......علم مال سے افضل ہے......

علم دین بلکہ خود دین سے دوری کی سب سے بڑی وجہ مال اور دنیا کی محبت ہے ۔اس میں مشغولی کے بعد لوگ سب کچھ فراموش کر دیتے ہیں حالانکہ ہر ہوش مند آدمی یہ بات سمجھتا ہے کہ علم مال اور دنیا سے بہتر ہے۔

چنانچہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

یرزق الله العلم السعداء ویحرمه الأشقياء''

ترجمہ: علم کی دولت خوش نصیب ہی کو ملتی ہے اور بد نصیب اس سے محروم رہتے ہیں''۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

العلم خير من المال ؛ لأن المال تحرسه ، والعلم يحرسك ، والمال تفنيه النفقة ، والعلم يزكو على الإنفاق ، والعلم حاكم والمال محكوم عليه مات خزان المال وهم أحياء والعلماء باقون ما بقي الدبر أعيانهم مفقودة ، وآثارهم في القلوب موجودة،

ترجمہ: علم مال سے بہتر ہے کیونکہ مال کی تمہیں نگہبانی کرنا پڑتی ہے، مگر علم تمہارا نگہبان ہوتا ہے، مال خرچ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے مگر علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے، علم حاکم ہے اور مال محکوم، مال دار چل بسے لیکن علم والے زندہ ہیں اور رہتی دنیا تک زندہ رہیں

گے۔ بے شک ان کے جسم مٹ گئے ہیں مگر ان کے کارنامے کبھی مٹنے والے نہیں۔"

(عیون الاخبار: ج2، ص136)

......علم کا مرتبہ......

ایک حکیم کا قول ہے "علم کا مرتبہ اسی سے ظاہر ہے کہ جسے اس کا مالک کہو خوش ہوتا ہے، چاہے بے علم ہی کیوں نہ ہو اور جسے محروم کہو ناخوش ہوتا ہے، چاہے جاہل ہی کیوں نہ ہو۔"

(جامع بیان العلم: ج1، ص122)

...... نئے علوم سیکھتے رہنا چاہیے......

علم کے آداب اور اس میں برکت پیدا کرنے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نئے نئے علوم سیکھتے رہیں کیونکہ جب آدمی علم کے اضافے میں لگا رہتا ہے تو اس کے علم میں پختگی آتی جاتی ہے۔ نیز مختلف علوم سیکھنے کی وجہ سے دلچسپی برقرار رہتی ہے ورنہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی علم میں مصروفیت کی وجہ سے آدمی بور ہو جاتا ہے۔

حضرت عون بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقولہ ہے "کمال تقویٰ یہ ہے کہ نیا علم حاصل کرتے رہو۔ یہ علم پر ظلم ہے کہ اس میں اضافہ کا خیال نہ ہو۔ علم میں اضافے سے غفلت اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی اپنے موجودہ علم سے فائدہ نہیں اٹھا رہا۔"

(حلیۃ الاولیاء: ج4، ص246)

......شیطان کی خوشی......

عالم دین چونکہ نہ صرف خود شیطان سے محفوظ رہ سکتا ہے بلکہ اپنے علم کے ذریعے دوسرے لوگوں کو بھی شیطان سے بچاتا ہے اور ہزاروں لوگوں کو شیطان کے حملوں سے خبردار رکھتا ہے۔اس لئے عالم کی زندگی لوگوں کے لئے باعثِ ہدایت اور شیطان کے لئے باعثِ مشقت ہوتی ہے۔اس لئے شیطان کو جس قدر تکلیف ایک عالم سے ہوتی ہے کسی سے نہیں ہوتی اور جس قدر خوشی اسے کسی عالم کے فوت ہونے سے ہوتی ہے اس قدر کسی اور چیز سے نہیں ہوتی۔

چنانچہ حضرت جعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں ''اصلی کمال یہ ہے کہ دین کی سمجھ حاصل ہو، ابلیس کسی کی موت سے اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا عالم کی موت سے خوش ہوتا ہے۔''

داناؤں کا قول ہے ''اصحاب علم کی برتری کا ثبوت یہ ہے کہ لوگ انکی تابعداری کرتے ہیں۔''

قدیم مقولہ ہے ''علم سب سے بڑی شرافت ہے، اور ادب و انسانیت سب سے اعلیٰ نسب ہے۔''

(جامع بیان العلم: ج1،ص124)

......خوش عطیہ اور خوب سوغات......

علم تھوڑا ہو یا زیادہ، اس کے حصول کی کوشش ضرور کرنی چاہیے۔حکمت کا ایک کلمہ بھی بعض اوقات بہترین فوائد کا حامل ہوتا ہے۔یونہی جب کوئی آدمی کچھ سیکھ لے

تو کوشش کرنی چاہیے کہ اسے دوسرے تک بھی پہنچادے کیونکہ کامل مسلمان وہ ہے جو دوسرے مسلمانوں کی خیرخواہی کرے اور علم دین سکھانا ان کی بہترین خیرخواہی ہے اور علم کا ایک باب کسی کو سکھادینا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک سال کی عبادت کے برابر ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نعم العطية ونعم الهدية كلمة حكمة تسمعها فتطوى عليها ثم تحملها إلى أخ لك مسلم تعلمه إياها تعدل عبادة ترجمہ: کیا ہی خوش عطیہ ہے اور کیا ہی خوب سوغات ہے حکمت کا وہ بول جسے تم نے سنا اور یاد کرلیا پھر اپنے مسلمان بھائی سے ملے اور اسے بھی سکھادیا۔ ایسا ایک علم سال بھر کی عبادت کے برابر ہے۔"

(مسند الفردوس: ج5، ص16 حدیث 7035)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے "علم کا ایک باب جسے آدمی اپنی اصلاح اور اپنے بعد والوں کی اصلاح کے خیال سے یاد کرتا ہے، سال بھر کی عبادت سے افضل ہے۔"

(سیر اعلام النبلاء: ج5، ص275)

......علم عمل سے بہتر ہے......

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إنكم أصبحتم في زمان كثير فقهاؤه قليل خطباؤه، قليل سائلوه، كثير معطوه العمل فيه خير من العلم وسيأتي على

الناس زمان قليل فقهاؤه كثير خطباؤه قليل معطوه كثير سائلوه ، العلم فيه خير من العمل

ترجمہ: تم ایسے زمانے میں ہو، جس میں علماء بہت ہیں اور لفاظی کرنے والے کم، مانگنے والے تھوڑے ہیں اور دینے والے بہت، لیکن ایسا زمانہ بھی آئے گا جب علماء کم ہوں گے اور لفاظی کرنے والے بہت، دینے والے تھوڑے ہوں گے اور مانگنے والے بہت ، اس زمانے میں علم عمل سے بہتر ہوگا''۔

(المعجم الکبیر: ج3، ص221، حدیث 3111)

......اللہ کی عبادت کا بہترین طریقہ......

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقولہ ہے ''طلبِ علم، نماز نفل سے افضل ہے''۔

(شرح السنہ: ج1، ص280)

سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے ''نیت نیک ہو تو طلبِ علم سے افضل کوئی عمل نہیں''۔

(حلیۃ الاولیاء: ج1، ص366)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لكل شيء عماد ، وعماد هذا الدين الفقه وما عبد الله بشيء أفضل من فقه في الدين ، ولفقيه واحد أشد على الشيطان من ألف عابد''

ترجمہ: ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور اس دین کا ستون علم ہے۔ تفقہ فی دین (دین کی سمجھ

بوجھ) سے بہتر خدا کی عبادت کسی اور طریقے سے نہیں کی گئی۔ شیطان پر ایک اکیلا عالم ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے''۔

(المعجم الاوسط: باب المیم من اسمہ محمد، حدیث 6345)

......بغیر علم کے عمل فساد کا سبب ہے......

علم کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ بغیر علم کے عمل بعض اوقات کسی بڑے فساد کا باعث بن جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے ''جو کوئی علم کے بغیر عمل کرتا ہے، اس کا فساد اصلاح سے زیادہ ہوتا ہے۔''

(ابن ابی شیبہ: ج7، ص175، حدیث 35098)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان حقیقت کے مطابق ہے کہ بغیر علم کے عمل عموماً فساد کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس کی ایک آسان سی مثال یہ ہے کہ دین کی تبلیغ کے لئے وعظ ایک اہم اور مفید ذریعہ ہے لیکن اگر بغیر علم کے وعظ کہا جائے گا تو بہت جگہ پر وعظ کہنے والا ٹھوکر کھائے گا اور کوئی بعید نہیں کہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے کفریہ اور گمراہ کن باتیں کر بیٹھے اور نتیجے کے طور پر اپنے ساتھ دیگر ہزاروں لوگوں کی ایمان کی بربادی کا باعث بن جائے اور اس بات کا کئی مرتبہ مشاہدہ کیا جا چکا ہے کہ بغیر علم کے وعظ میں کبھی کفریات ہوتے ہیں، کبھی گمراہ کن باتیں اور کبھی غلط مسائل کا بیان۔

اس لئے جس کو وعظ کرنا ہو اس پر فرض ہے کہ علم دین سیکھے ورنہ ثواب کی بجائے عذاب کا مستحق ہوگا اور جب تک علم حاصل نہ کرے تب تک اس سے باز رہے یا کسی مستند سنی عالم کی مستند کتاب لفظ بلفظ پڑھ کر سنا دے۔

بغیر علم کے عمل میں فساد جس طرح وعظ و نصیحت میں ہے اسی طرح عام

عبادتوں میں بھی ہے۔ نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور دیگر تمام عبادتوں کا حال یہی ہے کہ اگر بغیر علم کے یہ اعمال کریں گے تو اس میں اصلاح کم ہوگی اور فساد زیادہ ہوگا۔

......ستر صدیقین کا ثواب......

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أيما ناشيء نشأ في طلب العلم والعبادة حتى يكبر وهو على ذلك كتب له أجر سبعين صديقا

ترجمہ: جو لڑکا طلبِ علم اور عبادت میں نشو ونما پاتا یہاں تک کہ بڑا ہو جاتا ہے اور اپنی اسی حالت پر استوار (ثابت قدم) رہتا ہے تو اسے ستر صدیقوں کا ثواب ملتا ہے"۔
(المعجم الکبیر: ج8، ص153، حدیث7590)

......طالب علم غازی ہے......

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما من عبد يغدو في طلب علم مخافة أن يموت جاهلا أو في إحياء سنة مخافة أن تدرس إلا كان كالغازي الرابح في سبيل الله عز وجل ومن بطأ به عمله لم يسرع به نسبه

ترجمہ: جاہل مرجانے کے خوف سے جو بندہ طلبِ علم میں نکلتا ہے یا سنت مٹ جانے کے ڈر سے اس کے زندہ کرنے کے لئے چلتا ہے تو اس کی مثال اس غازی کی ہے جو

جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلتا ہے اور (یاد رکھو کہ) جسے عمل نے پیچھے کر دیا ہے، نسب اسے آگے نہیں کرے گا''۔

(جامع بیان العلم: ج1، ص34، حدیث 33 بیروت)

......فرشتوں کی دعا......

علمِ دین حاصل کرنے والوں کے لئے عظیم بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے رزق کا خصوصی وعدہ فرمایا ہے اور یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہے کہ اخلاص کے ساتھ علم حاصل کرنے میں جو بھی مشغول ہوا اللہ تعالیٰ نے اسے رزق میں لوگوں سے مستغنی کر دیا اور اللہ تعالیٰ انہیں عام لوگوں سے اچھا رزق عطا فرماتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من غدا فی طلب العلم صلت علیه الملائکة وبورك له فی معیشته ولم ینقص من رزقه و کان علیه مبارکا۔

ترجمہ: جو کوئی طلبِ علم میں نکلتا ہے فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اس کی معیشت میں برکت ہوتی ہے، اس کا رزق گھٹتا نہیں، مبارک ثابت ہوتا ہے''۔

منثور: ج5، ص612)

......علم دین کے ایک لفظ کی اہمیت......

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل الله حتی یرجع

ترجمہ: طلب علم میں نکلنے والا واپسی تک جہاد فی سبیل اللہ میں ہے"۔

(معجم صغیر: ج1،ص136 حدیث382)

شعبی کا قول ہے "اگر کوئی شخص ملک شام کے آخر سے چل کر یمن کے آخر تک محض اس لئے جائے کہ حکمت کا ایک بول سن لے تو میرے نزدیک اس کا سفر ضائع نہیں گیا"۔

(حلیۃ الاولیاء: ج4،ص313)

......سرخ اونٹوں سے بہتر......

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہا کرتے تھے "میرے گمان میں اس سے زیادہ افضل کوئی عبادت نہیں کہ علم کی اشاعت کرو"۔

(المدخل: ص309، حدیث471)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

لأن يهدى الله بك رجلا واحدا خير لك من أن يكون لك حمر النعم۔

ترجمہ: خدا تیرے ذریعہ ایک آدمی کو بھی ہدایت بخش دے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے"۔

(بخاری: باب غزوہ خیبر، حدیث3888)

......علم کی اشاعت کی اہمیت وفضیلت......

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشہور شاگرد ابن قاسم کہتے ہیں، درس کے بعد جب ہم امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے رخصت ہونے لگتے تو فرماتے ''خدا سے ڈرو اور اس علم کو پھیلاؤ ،لوگوں کو سکھاؤ اور کسی سے بھی نہ چھپاؤ۔'' (جامع بیان العلم: ج1،ص241 بیروت)

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من الصدقة أن يتعلم الرجل العلم فيعمل به ثم يعلمه

ترجمہ: انسان کا علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا اور اس کی اشاعت کرنا سب صدقہ ہے''۔

(المدخل: ص276، حدیث 398 بیروت)

......جلد سلب ہونے والی چیز......

عبدالملک بن مروان نے خطبے میں کہا ''علم بہت جلد سلب ہو جاتا ہے لہٰذا جس کے پاس علم ہے بلاخوف اس کی اشاعت کرتا رہے''۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: بلغني أن العلماء ، يسألون يوم القيامة كما يسأل الأنبياء يعني عن تبليغه ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ قیامت کے دن علماء سے اشاعت علم کے بارے میں اسی طرح سوال ہوگا جس طرح انبیاء سے تبلیغِ رسالت کے بارے میں۔''

(حلیۃ الاولیاء: ج6،ص319)

......سخی کون؟......

حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا:

ألا أخبركم عن أجود الأجواد ؟ قالوا :نعم يا رسول الله ، قال : الله أجود الأجواد وأنا أجود ولد آدم وأجودهم من بعدى رجل علم علما فنشر علمه يبعث يوم القيامة أمة وحده ورجل جاد بنفسه فى سبيل الله حتى قتل

ترجمہ: کیا میں تمہیں بتادوں سب سے بڑا سخی کون ہے؟ سب سے بڑا سخی خدا ہے، پھر آدمیوں میں سب سے بڑا سخی میں ہوں اور میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہے جس نے علم حاصل کیا اور اسے پھیلایا۔ ایسا شخص قیامت کے دن ایک پوری امت بن کر اٹھے گا اور سب سے بڑا سخی وہ ہے جس نے خدا کی راہ میں اپنی جان خرچ کی اور قتل ہو گیا"۔

(مسند ابو یعلی: ج5،ص176، حدیث 2790)

......اشاعت علم کا جذبہ......

سلیم بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ہمیں حدیثیں سنا لیتے تو سوال کرتے تم سمجھ گئے؟ ہم عرض کرتے، جی ہاں خوب سمجھ گئے، تو آپ فرماتے "جاؤ اور یہ علم دوسروں کو اسی طرح پہنچادو جس طرح ہم نے تمہیں پہنچایا ہے"

(الا حاد والمثانی: رقم 1119)

مزید کہتے ہیں، حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کا بڑا اہتمام تھا کہ ہم جو کچھ سنیں اس کی اشاعت بھی کرتے رہیں۔

(جامع بیان العلم: ج 1، ص 243 بیروت)

......اشاعت علم کی فضیلت......

علمِ دین سکھانے اور پھیلانے کی عظیم ترین فضیلتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب تک وہ علم آگے سے آگے پھیلتا رہتا ہے تب تک علم پھیلانے اور سکھانے والے کو اس کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ اس فضیلت سے درس نظامی پڑھانے والے علماء کی فضیلت وعظمت کا پتہ چلتا ہے جو ساری زندگی ایک بہت بڑی تعداد کو علم دین سکھاتے ہیں پھر وہ فارغ ہو کر مزید طلباء کو پڑھاتے ہیں۔ یوں یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اور اس تمام سلسلے کا ثواب پہلے والے اساتذہ کو بتدریج ملتا رہتا ہے۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من علم علما فله أجر ما عمل به عامل

ترجمہ: جس نے علم کی اشاعت کی اسے برابر ثواب ملتا رہے گا جب تک کوئی ایک آدمی بھی اس کے علم پر عمل کرتا رہے"۔

(المعجم الکبیر: حدیث 16844)

......ہدایت کے ستارے......

عالم کو چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے علم کے زیور سے آراستہ کرے اور علم کے نور سے منور کرے تو وہ ساکت و جامد ہو کر نہ بیٹھ جائے بلکہ دوسروں کے لئے علم کا

چشمہ بنے اور لوگوں کے لئے باعثِ ہدایت بنے۔اس کا قول وفعل دونوں لوگوں کے لئے رہنمائی کا سبب ہوں، اس کی باتیں لوگوں کو دین کے قریب کر دیں اور اس کا عمل لوگوں کے لئے اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت اور آخرت کی تیاری کے لئے ترغیب کا ذریعہ بن جائے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تلامذہ سے فرمایا کرتے تھے:

كونوا ينابيع العلم، مصابيح الهدى

ترجمہ: علم کے چشمے اور ہدایت کے ستارے بنو''۔

(سنن دارمی: ج 1، ص 92، حدیث 256)

......علم اور عمل ساتھ ساتھ......

جس طرح علم کے بغیر عمل فساد کا ذریعہ بن سکتا ہے اسی طرح علم کے ساتھ عمل کا نہ ہونا بھی بعض اوقات نقصان دہ ہوتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ جسے علم کی دولت سے نوازے اسے عمل کی طرف بھی اتنا ہی راغب ہونا چاہیے۔خوف خدا عزوجل رکھنے والے عالم کی نشانی یہ ہے کہ اس کا علم جتنا بڑھتا جائے گا اس کا عمل بھی اتنا ہی ترقی کرتا جائے گا۔یہ نہیں کہ علم میں جس قدر اضافہ ہوتا جائے عمل میں اسی قدر کمی ہوتی جائے۔

یہ بھی ایک المیہ ہے کہ لوگ علم حاصل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ عمل سے بالکل غافل ہوتے جاتے ہیں، عزیمت کو چھوڑ کر رخصت کو اختیار کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں اور ہر جگہ سہل اور آسان صورت کو اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اگرچہ بعض صورتوں میں کوئی نقصان نہیں ہوتا لیکن ان کا عمل دیکھ کر دیگر

بہت سے لوگ بدگمانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔لہٰذا سب سے اچھی راہ یہی ہے کہ علم کے ساتھ بھرپور طریقے سے عمل کیا جائے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے: علم کے بغیر عمل کرنا ایسا ہے جیسے بے راستے کے چلنا اور علم کے بغیر عمل کرنے سے نقصان زیادہ ہوتا ہے جب کہ نفع کم ہوتا ہے۔علم اس طرح حاصل کرو کہ عبادت میں خلل نہ پڑے اور عبادت اس طرح کرو کہ علم کی راہ نہ رکے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو عبادت کے ہو رہے اور علم سے منہ موڑ لیا۔نتیجہ یہ نکلا کہ اُمتِ محمدی پر تلواریں سونت سونت کر ٹوٹ پڑے، حالانکہ عبادت کے ساتھ علم بھی ہوتا تو یہ کبھی نہ کرتے۔

(جامع بیان العلم: ج1،ص271 بیروت)

......مقام افسوس......

رواد بن الجراح کا بیان ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، عسقلان تشریف لائے اور تین دن مقیم رہے مگر کسی نے ایک مسئلہ بھی ان سے دریافت نہ کیا، یہ دیکھ کر فرمانے لگے سواری کا فوراً انتظام کرو تا کہ میں یہاں سے نکل جاؤں یہ ایسا مقام ہے جہاں علم کی موت ہے"۔

(الجامع لاخلاق الراوی: باب دوام المراعات للحدیث الخ، رقم1860)

اس واقعہ میں جہاں سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جذبہ تبلیغ وخدمتِ دین و اشاعتِ علم کا اظہار ہوتا ہے اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عوام کو چاہیے کہ جب کسی عالم سے ملاقات ہو اور اس عالم کو مسائل کا جواب دینے میں کچھ حرج نہ ہو تو اس سے فائدہ ضرور اٹھائیں اور اس کے پاس نہ تو خاموش بیٹھیں اور نہ ہی لایعنی باتوں

میں مشغول ہوں بلکہ ان کے پاس بیٹھ کر دین سیکھنے کی کوشش کریں۔

......علم میں اخلاص آہی جاتا ہے......

علم دین کا حصول اللہ تعالیٰ کو اس قدر محبوب ہے کہ اگر چہ کوئی شخص مکمل اخلاص سے علم حاصل نہ بھی کر پائے تب بھی اللہ تعالیٰ عالم کو علم کی برکتوں سے محروم نہیں کرتا بلکہ علم عالم کو بھلائی کی طرف لے ہی جاتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عاجزی کے طور پر اپنے بارے میں کہا کرتے تھے ''ہم نے علم دنیا کے لئے حاصل کیا تھا، مگر علم ہمیں آخرت کی طرف کھینچ لے گیا''۔

(رواہ الذہبی فی السیر: ج7، ص272)

حضرت معمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا ''اگلے بزرگ فرماتے تھے جو کوئی غیر اللہ کے لئے علم حاصل کرے گا علم اسے خدا عزوجل کی طرف کھینچ کر رہے گا''۔

(مصنف عبدالرزاق: ج11، ص256، رقم20475)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اس طرح کے دیگر جید بزرگان دین کے اس طرح کے جو اقوال مروی ہیں یہ ان کی عاجزی پر محمول کئے جائیں گے ورنہ اگر ان لوگوں میں اخلاص نہ ہوتا تو آج کل کے لوگ شاید اخلاص کا ذکر بھی بھول چکے ہوتے۔

......علم میں نیت کا دخل......

حبیب بن ابی ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ''ہم نے یہ علم بغیر نیت کے حاصل

کیا تھا بعد میں نیت پیدا ہو گئی''۔

(حلیۃ الاولیاء: ج5،ص61)

حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شاگردوں سے کہا ''ہم نے حدیث غیر اللہ کے لئے حاصل کی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں نہ چھوڑا اور یہ درجہ بخش دیا، جو تم دیکھ رہے ہو''۔

(جامع بیان العلم: ج2،ص52 بیروت)

......زمین پر جنت کے باغات......

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إذا مررتم برياض الجنة فارتعوا قالوا :يا رسول الله :وأنى لنا برياض الجنة في الأرض ؟ قال حلق الذكر فإن لله سيارات من الملائكة يطلبون حلق الذكر ، فإذا أتوا عليهم حفوا بهم۔

ترجمہ: جب تم جنت کے باغات سے گزرا کرو تو اس میں سے کچھ کھا لیا کرو۔لوگوں نے عرض کیا، ہمارے لئے جنت کے باغات زمین پر کہاں ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، علمِ دین کے حلقے۔مزید فرمایا، اللہ تبارک وتعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو زمین میں سیر کرتے ہیں وہ علم دین کے حلقوں کو تلاش کرتے ہیں پس جب وہ ان کے پاس آتے ہیں تو ان کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں''۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ،جلد1،صفحہ 12)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی

......تمام دولت صدقہ کرنے سے افضل......

اللہ تعالیٰ نے علم سیکھنے اور سکھانے کا اس قدر مرتبہ رکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کھربوں روپے سے زیادہ کا مالک ہو اور وہ اس تمام رقم کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دے تب بھی وہ ایک عالم کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عالم کا مرتبہ اس سے زیادہ ہے۔ اس فضیلت کو وہ اہلِ علم حضرات بھی ذہن میں رکھیں جو کسی مالدار کو دیکھ کر فوراً احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

لأن أتعلم بابا من العلم ، فأعلمه مسلما أحب إلى من أن تكون لى الدنيا كلها ، أجعلها فى سبيل الله تعالى ۔

ترجمہ: بے شک میں علم کا ایک باب سیکھوں اور وہ کسی مسلمان کو سکھا دوں یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میرے پاس تمام دنیا ہو اور میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دوں۔ (یعنی علم کا ایک باب سیکھنا اور سکھانا تمام دنیا کی دولت خرچ کرنے سے افضل ہے۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 1، صفحہ 16)

......علم دین میں غور و فکر کی فضیلت......

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

جاء رجل إلى ابن عمر ، فقال يا أبا عبد الرحمن علمنى شيئا أنال به خيرا قال تفقه فى الدين قال ما أراه فهم عنى فعاوده قال

......علم فقہ کی فضلیت......

ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت:

كونوا ربانيين بما كنتم تعلمون الكتاب و بما كنتم تدرسون

ترجمہ: ہو جاؤ اللہ والے اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لئے کہ تم درس کرتے ہو۔''

(کنزالایمان)

کے بارے میں فرمایا، اس سے مراد فقہ کی مجلسیں ہیں۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 1، صفحہ 13)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا خير في قراءة إلا بتدبر ، ولا عبادة إلا بفقه ، ومجلس فقه خير من عبادة ستين سنة ۔

ترجمہ: قرآن پڑھنے میں خیر نہیں مگر غور و فکر کیساتھ اور عبادت کامل نہیں مگر سمجھنے کے ساتھ (یعنی عبادت معانی کو سمجھتے ہوئے کرنی چاہیے) اور فقہ کی مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔''

(معنا فی جامع الاصول: رقم 8478)

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يسير الفقه خير من كثير العبادة ، وخير أعمالكم أيسرها

ترجمہ: تھوڑا سا فقہ کا علم سیکھنا زیادہ عبادت سے بہتر ہے اور تمہارے اعمال میں بہترین عمل وہ ہے جو آسان ہو۔"

(معجم کبیر: حدیث 290)

......طالب علم کیلئے شہید کی فضلیت ......

حضرت ابو سلمہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ ان دونوں نے فرمایا:

باب من العلم نتعلمه أحب إلينا من ألف ركعة تطوعا، وباب من العلم نعلمه عمل به، أو لم يعمل أحب إلينا من مائة ركعة تطوعا۔

ترجمہ: علم کا وہ ایک باب جس کو سیکھا جائے ہمارے نزدیک ہزار رکعت نماز نفل ادا کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور علم کا ایک باب جسے سکھایا جائے اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے ہمارے نزدیک سو رکعت نماز نفل سے پسندیدہ ہے۔ اور ان دونوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

إذا جاء الموت طالب العلم، وهو على هذه الحال، مات وهو شهيد۔

ترجمہ: جب طالب علم کو موت آتی ہے تو وہ اس حال میں مرتا ہے کہ وہ شہید ہوتا ہے۔"

(مسند بزار: ج 1، ص 84، حدیث 138)

......تمام دولت صدقہ کرنے سے افضل......

اللہ تعالیٰ نے علم سیکھنے اور سکھانے کا اس قدر مرتبہ رکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کھربوں روپے سے زیادہ کا مالک ہو اور وہ اس تمام رقم کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردے تب بھی وہ ایک عالم کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عالم کا مرتبہ اس سے زیادہ ہے۔ اس فضیلت کو وہ اہلِ علم حضرات بھی ذہن میں رکھیں جو کسی مالدار کو دیکھ کر فوراً احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

لأن أتعلم بابا من العلم ، فأعلمه مسلما أحب إلى من أن تكون لى الدنيا كلها ، أجعلها فى سبيل الله تعالى ۔

ترجمہ: بے شک میں علم کا ایک باب سیکھوں اور وہ کسی مسلمان کو سکھا دوں یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میرے پاس تمام دنیا ہو اور میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دوں۔ (یعنی علم کا ایک باب سیکھنا اور سکھانا تمام دنیا کی دولت خرچ کرنے سے افضل ہے۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 1، صفحہ 16)

......علم دین میں غور و فکر کی فضیلت......

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

جاء رجل إلى ابن عمر ، فقال يا أبا عبد الرحمن علمنى شيئا أنال به خيرا قال تفقه فى الدين قال ما أراه فهم عنى فعاوده قال

إنما أسألك أن تعلمني شيئا أنال به خيرا قال ابن عمر ويح الآخر ، أليس الفقه في الدين خيرا من كثير العمل؟ إن قوما لزموا بيوتهم فصاموا وصلوا ، حتى يبست جلودهم على أعظمهم ، لم يزدادوا بذلك من الله إلا بعدا۔

ترجمہ: ایک شخص حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ! مجھے ایسی چیز کے بارے میں خبر دیجئے کہ میں اس کے ذریعے بھلائی کو پالوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''دین میں غور وفکر کرو''۔ اس آدمی کا کہنا ہے کہ میں نے گمان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری بات نہیں سمجھی (اسی لیے صرف دین میں غورِ وفکر کرنے کی بات فرمادی ہے) لہٰذا میں نے اپنی بات دوبارہ کہی کہ میں آپ سے یہ سوال کر رہا ہوں کہ آپ مجھے ایسی چیز کے بارے میں بتائیں جس کے ذریعے میں بھلائی کو پالوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''خرابی ہو، کیا ایسا نہیں ہے کہ دین کی سمجھ (یعنی دین کا علم) بہت زیادہ عمل سے بہتر ہے۔ بے شک ایک ایسی قوم تھی جنہوں نے اپنے گھروں کو لازم پکڑ لیا تھا، انہوں نے (اس کثرت سے) روزے رکھے اور (اس کثرت سے) نمازیں پڑھیں کہ ان کی کھالیں ان کی ہڈیوں پر خشک ہوگئیں۔ (لیکن اس قدر کثیر عبادت علم دین کے بغیر ہونے کی وجہ سے) ان کے لئے اللہ عزوجل سے دوری کا ہی سبب بنی۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 1، صفحہ 18)

......علمِ دین نہ سیکھنا ہلاکت کا سبب ہے......

ضرار بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

إن قوما تركوا العلم، ومجالسة أهل العلم، واتخذوا محاريب فصاموا وصلوا، حتى بلى جلد أحدهم على عظمه، وخالفوا السنة فهلكوا، فلا والذي لا إله غيره، ما عمل عامل قط على جهل إلا كان ما يفسد أكثر مما يصلح۔

ترجمہ: ایک قوم نے علم اور علم والوں کی مجلسوں کو چھوڑ دیا اور نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے یہاں تک کے ان کی کھالیں ان کے جسموں پر بوسیدہ ہوگئیں (لیکن یہ سارا عمل) اس حال میں تھا کہ انہوں نے (علم نہ ہونے کی وجہ سے) سنت کی مخالفت کی پس وہ ہلاک ہوگئے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے کوئی عمل کرنے والا کچھ عمل نہیں کرتا جہالت کی وجہ سے مگر یہ کہ اس کا فساد اسکی اصلاح سے زیادہ ہوتا ہے۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 1، صفحہ 19)

اس حدیث پر بطور خاص وہ لوگ غور کریں جو محض کسی کا مرید ہوجانے اور اس کے بتائے ہوئے چند وظیفوں اور نوافل کو ادا کرلینے کو اور علم و علماء سے دور رہنے کو اپنا وطیرہ بنالیتے ہیں۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اپنے طرزِ عمل پر غور کرلیں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمام چیزیں بارگاہِ الٰہی سے دوری کا باعث بن رہی ہوں۔

......علمِ فقہ کی فضیلت......

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

ما عبد الله بشيء أفضل من فقه في دين

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی بھی ایسی چیز کے ساتھ نہیں کی جا سکتی جو فقہ سے افضل ہو۔" (یعنی دین میں غور و فکر کرنا سب سے افضل عبادت ہے)

(شعب الایمان: فصل فضل العلم الخ، حدیث 1671)

......افضل عبادت......

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أفضل العبادة الفقه"

ترجمہ: افضل عبادت فقہ ہے۔"

(معجم کبیر: ج3، حدیث 70)

......تھوڑا علم زیادہ عمل سے افضل ہے......

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک مرد نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کونسا عمل افضل ہے؟ ارشاد فرمایا "اللہ کی معرفت اور دین کا علم"۔ اس شخص نے گمان کیا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سوال کی طرف توجہ نہیں فرمائی لہٰذا اس نے دوسری مرتبہ اسی طرح سوال کیا جیسا اس نے پہلی مرتبہ کیا تھا۔ اس شخص نے کہا، یارسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے عمل کے بارے میں سوال کررہا ہوں جبکہ آپ مجھے علم کے بارے میں بتارہے ہیں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نعم، إن العلم ينفعك معه قليل العمل و كثيره، وإن الجهل لا ينفعك معه قليل العمل ولا كثيره "ہاں بے شک علم کے ساتھ تھوڑا عمل بھی اور زیادہ عمل بھی تجھے نفع دے گا جبکہ جہالت کے ساتھ نہ تو تھوڑا عمل تجھے نفع نہ دے گا اور نہ زیادہ"۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 1، صفحہ 22)

......اسلام کا ستون......

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لكل شيء عماد، وعماد هذا الدين الفقه۔

ترجمہ: ہر شے کے لیے ایک ستون ہوتا ہے اور اسلام کا ستون دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنا ہے (یعنی علم حاصل کرنا ہے)۔"

(مطالب العالیہ: ج3، ص328)

......قرآن میں حکمت سے مراد......

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ومن يؤت الحكمة فقد اوتى خيرا كثيرا

ترجمہ: اور جسے حکمت دی گئی اسے بہت زیادہ خیر دی گئی۔"

لیست بالنبوۃ، ولکنه العلم والفقه والقرآن۔

ترجمہ: حکمت سے مراد نبوت نہیں بلکہ علم، فقہ اور قرآن مراد ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: سورۂ بقرہ، آیت 267)

......علم شرافت و مرتبے کی کنجی ہے......

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن الحكمة لتزيد الشريف شرفا، وترفع العبد المملوك حتى تجلسه مجالس الملوك۔

ترجمہ: علم عزت والے آدمی کی شرافت کو زیادہ کرتا ہے اور غلاموں کے مرتبے کو بلند کرتا ہے حتیٰ کہ ان کو بادشاہوں کی مجلس میں بٹھا دیتا ہے۔''

(حلیۃ الاولیاء: ج6، فصل، صالح بن بشیر المری)

حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد تھے اور عمر میں چھوٹے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا، وہ اپنے بستر پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے اردگرد قریش کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے بستر پر بٹھا لیا تو قریش کے لوگ مجھے گھورنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ گئے۔ آپ نے فرمایا:

كذاك هذا العلم، يزيد الشريف شرفا، ويجلس المملوك على الأسرة۔

ترجمہ: یہ علم اسی طرح عزت والے کی عزت میں اضافہ کرتا ہے اور غلاموں کو تخت پر بیٹھا دیتا ہے۔"

(المدخل: باب فضل العلم، رقم 301)

اخلاص کے ساتھ کوئی بھی شخص علم حاصل کر کے اس قول کی صداقت وحقانیت کو اپنے مشاہدے سے جان سکتا ہے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں ایسے لوگ جن کی معاشرے میں کچھ عزت نہ تھی اور نہ ان کا تعلق کسی اونچے خاندان سے تھا لیکن علم نے ان کو اس مرتبے پر فائز کر دیا کہ بڑے بڑے خاندان والے اور صاحب حیثیت لوگ ان کی شان وعظمت کو دیکھتے رہ گئے اور بڑے بڑے اہل ثروت ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے تھے بلکہ امراء ووزراء وبادشاہ تک ان کی عزت کرتے تھے اور ان کو اپنی مسند پر اپنے برابر بٹھاتے تھے۔

......بہترین علم......

علم کی اہمیت وفضیلت تو اپنی جگہ مسلم ہے لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ علم کے حصول میں ضرورت کے بقدر حاجت علوم سیکھنے کے بعد سب سے مقدم اس علم کو رکھا جائے جس کی ضرورت سب سے زیادہ ہے۔

چنانچہ عام زندگی میں پیش آنے والے علوم میں سب سے زیادہ ضرورت فقہ کی ہوتی ہے اس لئے جب صرف ونحو یعنی عربی گرامر وغیرہ سے فارغ ہو تو اس کے ساتھ بھی اور اس کے بعد بھی فقہ کی طرف فوری اور بھرپور توجہ دینی چاہیے اور چونکہ فقہ کا ماخذ ومنبع قرآن وحدیث ہے اس لئے ان کی طرف بھی مکمل توجہ دینی چاہیے اور ان میں بھی

بھر پور مہارت حاصل کرنی چاہیے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أفضل العلم الذی یحتاج إلیه الناس قلت وأعظم ما بالناس الحاجة إلیه من العلوم الفقه، فلا أعلم أفضل منه

ترجمہ: افضل علم وہ ہے جس کی طرف لوگ محتاج ہوتے ہیں'' میں کہتا ہوں،'' جن علوم کی طرف لوگ محتاج ہوتے ہیں ان میں سے سب سے بہتر علم فقہ ہے اس سے افضل کوئی علم نہیں۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 1، صفحہ 33)

......سرداری سے پہلے علم......

علم کی ضرورت سب کے لئے ہے۔ اس سے نہ کوئی عام آدمی مستثنیٰ ہے اور نہ کوئی سردار بلکہ سردار اور قائد قسم کے لوگوں کو علم کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کیونکہ جب انہیں قوم کی رہنمائی کرنی ہے تو بغیر علم کے کیسے رہنمائی کر سکتے ہیں اور اگر بغیر علم کے رہنمائی کریں گے تو اس کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں نکلے گا۔

چنانچہ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تفقهوا قبل أن تسودوا۔

ترجمہ: سرداری کرنے سے پہلے علم فقہ حاصل کرو۔

(المدخل: باب فضل العلم، رقم 281)

......انسان فقیہ کب بنتا ہے؟......

محمد بن عبید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ ایک گھنی داڑھی والا مرد حضرت امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور اس نے ایک ایسا مسئلہ پوچھا جو بچوں کو بھی یا د ہوتا ہے۔اس پر امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہماری طرف پر رخ پھیرا اور (اس مرد کو سمجھانے اور طلبہ کو ترغیب کی نیت سے) کہا اس مرد کی داڑھی کی طرف دیکھو، ایسا لگتا ہے جیسے اس کو چار ہزار حدیثیں یاد ہیں اور اس کا سوال بچوں کے سوال کی طرح ہے اور جان لو کہ کُتبِ حدیث کی کثرت اور انکی روایت سے آدمی فقیہ نہیں بنتا بلکہ احادیث کے معنی کے استنباط اور اس کے اندر غور وفکر کے ساتھ ہی فقیہ بنتا ہے۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ،جلد 1 ،صفحہ 81)

......علم فقہ کی فضیلت......

حضرت ابو بکر بن ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس عشاء کی نماز کے بعد آئے ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''اے ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہیں کونسی چیز اس وقت لے آئی ہے؟'' عرض کیا، میں اس لئے آیا ہوں کہ ہم آپس میں فقہ کا تکرار کریں۔فرماتے ہیں کہ ہم رات گئے تک مسائل پر تکرار کرتے رہے حتی کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ '' میں (نوافل وغیرہ نہ پڑھنے کے باوجود بھی پوری رات) نماز کے اندر ہی تھا۔'' (مراد یہ ہے کہ علم دین میں گفتگو کرتے رہنا نماز پڑھنے کی طرح عبادت ہی ہے)

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ،جلد 1 ،صفحہ 128)

......چالیس سال کی عبادت سے افضل......

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من خرج يطلب بابا من العلم ، ليرد به ضالا إلى هدى ، أو باطلا إلى حق ، كان كعبادة متعبد أربعين عاما ''

ترجمہ: جو علم کا ایک باب طلب کرنے کے لیے نکلے تا کہ وہ اس علم کے ذریعے گمراہی سے بچ کر ہدایت پر رہے یا باطل سے بچ کر حق پر رہے تو وہ چالیس سال کے عبادت گزار کی طرح ہے۔''

(کنز العمال: ج10، حدیث 28835)

......طلباء سے خیر خواہی......

علم دین حاصل کرنے کے لئے آنے والے لوگ چونکہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اس لئے ان کی عزت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان ناظموں یا امراء و رؤساء پر افسوس ہے جو طلباء کو اپنا ذاتی نوکر سمجھتے ہیں اور ان سے ہر وہ کام لینے کی کوشش کرتے ہیں جو ایک غلام اور نوکر سے لیا جاتا ہے۔

ہمارے بزرگانِ دین کا رویہ اپنے شاگردوں اور طلباء کے ساتھ ایسا ہوتا تھا کہ طالب علم پوری زندگی اپنے استاد کے گن گاتا نظر آتا تھا۔ اساتذہ اپنے طلباء کو اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتے، ان کی ہر طرح سے دلجوئی اور خیر خواہی کرتے۔ اس سلسلے میں حیاتِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلد اول سے کتاب کے مصنف حضرت قبلہ ملک

العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اصلاح کے لئے پیش کیا، حُسنِ اتفاق سے بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لئے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دستِ مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا! سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اعلیٰ حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کے لئے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے۔ اس لئے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لئے دیتا ہوں۔ غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہوگئی اور میں کچھ بول نہ سکا۔ اس لئے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جواب صحیح لکھا ہے یا غلط مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا۔ اور پھر اس پر انعام اور وہ بھی ان الفاظ کریمہ سے کہ میرے والد ماجد صاحب نے مجھے اول فتویٰ صحیح پر انعام دیا تھا اس لئے میں بھی اول فتویٰ صحیح پر انعام دیتا ہوں۔ حق یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے جس کی حد نہیں اور اس کے بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا۔

میرے پاس چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے امضا (جاری) فرمائے۔ اس میں برابر ولــــدی الاعــــز (میرے عزیز ترین بیٹے) مولانا مولوی محمد ظفر الدین جعله الله تعالیٰ کاسمه ظفر الدین سے شروع فرمایا۔ فتاوٰی شریف جلد اول میں میرا نام انہی لفظوں سے تحریر فرمایا۔ جـزاك اللـه تعالیٰ خیر الجزاء۔

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے کہ طالبِ علمی کے زمانہ میں جب کبھی ماہِ مبارک رمضان شریف بریلی شریف رہنا ہوا اور اس تعطیل میں مکان نہ آیا تو عید الفطر کے دن جس طرح تمام عزیزوں کو عیدی تقسیم فرماتے مجھے اور دوسرے خاص طلبہ مثلاً مولوی سید عبدالرشید صاحب عظیم آباد، مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب درگاہ کلاں بہار شریف، مولوی محمد ابراہیم صاحب، مولانا مولوی محمد نذیر الحق صاحب، مولوی اسمٰعیل صاحب بہاری سب کو علیٰ قدر مراتب تہواری عطا فرماتے۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کے برابر لڑکیاں ہی پیدا ہوئیں اسی لئے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی لڑکا ہوتا تاکہ اس کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کا نسب وحسب وفضل وکمالات کا سلسلہ جاری رہتا۔ خداوند عالم کی شان کہ ۱۳۲۵ھ میں مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب سلمہ کی ولادت ہوئی۔ نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ تمام خاندان بلکہ جملہ متوسلین کو از حد خوشی ہوئی۔

اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جملہ طلبائے مدرسہ اہلِ سنت و جماعت منظر اسلام کی، ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔ بنگالی طلبہ سے دریافت فرمایا، آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا مچھلی بھات۔ چنانچہ روہو مچھلی وافر طریقہ پر منگائی گئی اور ان لوگوں کی حسبِ خواہش دعوت فرمائی۔ بہاری طلبہ سے دریافت فرمایا، آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟ ہم لوگوں نے کہا: بریانی، زردہ، فیرنی، کباب، میٹھا ٹکڑا وغیرہ، بہاریوں کیلئے پرتکلف کھانا تیار کرایا گیا۔ پنجابی اور ولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی دنبہ کا خوب چرب گوشت اور تنور کی

پکی گرم گرم روٹیاں۔غرض ان لوگوں کے لئے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا۔اس وقت خاص عزیزوں،مریدوں کے لئے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔

طلبہ پر شفقت اور ان کی خیر خواہی کے حوالے سے محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طرز عمل بھی ملاحظہ فرمائیں چنانچہ قاری عطاء الرحمٰن صاحب نقل کرتے ہیں۔

......طلبہ پر شفقت......

یوں تو آپ ہر سنی کے ہمدرد اور خیر خواہ تھے لیکن جہاں تک طلبائے علمِ دین کا تعلق ہے ان پر آپ کی مہربانی وشفقت بہت زیادہ تھی۔دینی مدارس و دینی طلبہ کو دیکھ کر تو آپ خوش ہوتے تھے۔اور جو جتنی زیادہ محنت،دینی خدمت اور مذاہب باطلہ کا ردّ کرتا آپ اتنا ہی اس سے خوشنودی کا اظہار فرماتے۔بعض اوقات طلباء کی مالی خدمت اور ان کی دعوت بھی کرتے اور علمائے اہلِ سنت کی ضروری تصانیف ان میں تقسیم فرماتے۔

......طلبہ اللہ تعالیٰ کا لشکر ہیں......

مولانا مفتی نواب الدین چونکہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے مدرس اور ناظمِ تعلیمات تھے۔تدریس کے علاوہ بھی جامعہ کے تمام طلبہ کا واسطہ ان سے پڑتا تھا اس لئے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ تاکیداً انہیں فرماتے:مولانا!طلباء اللہ تعالیٰ کا لشکر ہیں،ان کا احترام کریں۔

......ایثار و قربانی کی منفرد مثال......

مولانا مجیب الاسلام اعظمی اپنا دورِ طالب علمی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں'' جا گیر سے فقیر کو جو کھانا ملتا وہ کچھ بہت اچھا نہ ہوتا تھا۔ حضرت کی قیام گاہ ''مسجد بی بی جی'' کا ایک کمرہ تھا، فقیر بھی حضرت کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ اکثر و بیشتر کھانا دیکھ کر فرماتے کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے اپنا کھانا دے دو، میں اس وقت کھالوں میرا کھانا تم کھالینا۔ بہت دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت جب ملاحظہ فرماتے کہ کھانا اس فقیر کے مزاج کے موافق نہیں تو خود تناول فرمالیتے اور اپنا کھانا ہمارے لئے چھوڑ دیتے۔''

......کیا طالبِ علم مولانا نہیں ہوتے ؟......

آپ چھوٹے چھوٹے طالبِ علموں کو مولوی صاحب، حافظ صاحب اور مولانا صاحب کے الفاظ سے مخاطب فرماتے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمہ نے آپ سے پوچھا کہ آپ چھوٹے چھوٹے طالبعلموں کو بھی ''مولانا'' کیوں کہہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ''مولانا ان طالبعلموں کو قریب لانے کی ضرورت ہے اگر ان پر شفقت نہ کی جائے تو یہ بھاگ جائیں گے۔''

مولانا حافظ اسد احمد علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں ''ایک دفعہ دورانِ تعلیم حضرت قبلہ شیخ الحدیث قدس سرہ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مولانا محمد شریف کو بلائیں۔ میں نے سوچا کہ محمد شریف نام کے ایک استاذ جامعہ رضویہ میں ہیں جبکہ ایک طالبعلم کا نام بھی محمد شریف ہے۔ میں تردّد میں پڑ گیا کہ استاذ مولانا محمد شریف کو بلاؤں یا طالبِ علم محمد شریف کو میں نے عرض کی، حضور! مولانا محمد شریف کو بلاؤں یا طالبِ علم شریف کو۔ آپ نے فرمایا ''ارے طالبِ علم مولانا نہیں ہوتے ؟''

......مدنی ٹوپیاں......

حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں ''جب آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تو واپسی پر درجہ حدیث کے طلبہ کے لئے مدینہ منورہ سے ٹوپیاں خرید کر لائے۔ فرماتے تھے، اس دفعہ فارغ التحصیل علماء کو دستار بندی کے ساتھ مدنی ٹوپی بھی ملے گی۔ چنانچہ سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت کے موقع پر تقریباً ساٹھ علماء کی دستار بندی ہوئی، ہر ایک کو مدینہ شریف کا تبرک نصیب ہوا۔ اس سعادت سے راقم الحروف بھی مشرف ہوا۔

......طلبہ کی عزت افزائی......

مولانا مفتی محمد امین مدظلہ العالی بیان کرتے ہیں ''جب آپ کی رہائش گاہ پر نلکا (ہینڈ پمپ) لگ رہا تھا، آپ درسِ حدیث پاک سے فارغ ہو کر گھر میں تشریف لائے تو نلکا لگانے والوں سے فرمایا ''اب چھٹی کرو، ظہر کے بعد کام مکمل کر لینا کیونکہ اب آرام کا وقت ہے'' ان کے جانے کے بعد سیدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقیر کو اور بڑے بھائی حضرت مولانا حاجی محمد حنیف مدظلہ کو بلا بھیجا اور جب ہم حاضر ہوئے تو فرمایا مستری نلکے کو بور کر رہے تھے، ریت نکال رہے تھے وہ چھٹی کر گئے ہیں اب تم ریت نکالو۔ ہم دونوں بھائیوں نے ایک بار ہی ریت نکالی تو فرمایا اب رہنے دو یہ سن کر ہم دونوں کو شرمندگی لاحق ہوئی تو اس شرمندگی کو بھانپ لیا اور فرمایا ''یہ جن کا کام ہے وہی کریں گے'' تم دونوں کو اس لئے بلایا ہے کہ تمہارے ہاتھ لگ جائیں تو ان شاء اللہ عزوجل پانی میٹھا نکل آئے گا۔

......سزا سے گریز......

طلبہ کو جسمانی سزا بالکل نہ دیتے نہ ہی جھڑکتے۔ اس کے برعکس زبانی تنبیہ کا ایسا انداز اختیار فرماتے جس سے طالبِ علم خود بخود اصلاح کی جانب مائل ہو جاتا۔ آپ کے اس خوبصورت اندازِ اصلاح کو بیان کرتے ہوئے حضور مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں ''ہمارے ایک ساتھی تھے جن کو اسباق سے فارغ وقت میں بازار میں گھومنے پھرنے کی عادت تھی۔ ایک دن نمازِ عصر کے بعد وہ حضرت علیہ الرحمہ کے سامنے آئے تو آپ نے ان کو قریب بلایا اور فرمایا'' مولانا بتاؤ فلاں بازار یا فلاں گلی کی کل کتنی اینٹیں ہیں؟'' بس آپ کے اس اشارہ پر ہمارے اس ساتھی نے اپنی عادت ترک کر دی۔

(حیاتِ محدثِ اعظم، صفحہ 51 تا 53، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

یہ سارے واقعات دراصل اس حدیث پر عمل کا نمونہ تھے جو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو ارشاد فرمائی چنانچہ ابو ہارون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاتے تو وہ خوش آمدید کہتے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس وصیت کی وجہ سے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنه سيأتيكم قوم من الافاق يتفقهون ، فاستوصوا بهم خير

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس مختلف اطراف سے قومیں آئیں گی وہ فقہ کا علم حاصل کریں گی پس تم انہیں بھلائی کی وصیت کرنا۔''

(مصنف عبد الرزاق: ج 11، حدیث 20466)

اس حدیث اور اکابرینِ اہلسنت کے واقعات کو سامنے رکھ کر وہ امراء اور ذمہ دار حضرات غور فرمائیں جن کا طرزِ عمل طلباء کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان اور بزرگانِ دین کے طرزِ عمل کے بالکل مخالف ہوتا ہے اور اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو خادمِ دین اور نہ جانے کیا کیا سمجھتے ہیں۔ دنیا والوں کی نظر کو دھوکہ دینا آسان ہے مگر اللہ تعالیٰ دلوں کے احوال خوب جاننے والا ہے۔

......علماء کے فضائل......

علماء کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر بزرگی اور مرتبہ عطا فرمایا ہے اس کا مکمل طور پر بیان کرنا تو بہت مشکل ہے۔ ان کی فضیلت وعظمت قیامت کے دن کھلے گی جب عام لوگوں کو تو حساب و کتاب کے لئے روکا ہوا ہوگا اور علماء کو ان کی شفاعت کے لئے روکا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث طیبہ میں علماء کے کثرت سے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ علماء کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا خوف اور خشیت ان کے دلوں میں رکھی، ان کے درجات کو بلند فرمایا، ان کو دوسرے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی، ان کو علم سکھانے پر غزوات میں شرکت کا ثواب عطا فرماتا ہے، ان کو آسمان ہدایت کے ستارے بنایا، ان کو انبیاء علیہم السلام کا وارث بنایا، ان کے لئے مقام شفاعت کا وعدہ فرمایا، ان کو عبادت گزاروں پر فضیلت عطا فرمائی، ان کو لوگوں کے لئے حقیقی رہنما قرار دیا، ان کی مجلس کو انبیاء علیہم السلام کی مجلس کی طرح قرار دیا، ان کی بے ادبی کو باعثِ ہلاکت قرار دیا، کئی صورتوں میں ان کی بے ادبی کو کفر قرار دیا گیا، ان کی مجلسوں کو سببِ ہدایت فرمایا، ان

کی کثرت کو باعثِ خیر اور ان کی قلت کو باعثِ جہالت فرمایا۔

الغرض علماء کا وجود دین و دنیا کی سعادتوں اور خوبیوں کا جامع ہے۔ یہ فضائل قرآن و حدیث میں کہیں صراحت کے ساتھ اور کہیں اشارے کے طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ اس لئے علماء کو چاہیے کہ لوگوں کی رضا اور خوشنودی کی پرواہ کئے بغیر محض خالص رضائے الٰہی کے لئے علم کی خدمت میں مشغول رہیں اور اللہ تعالیٰ نے جس منصب پر انہیں فائز فرمایا ہے اس میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں اور اس کے ساتھ وہ لوگ بھی نصیحت اور درسِ عبرت حاصل کریں جن کے دل میں علماء کی کچھ وقعت نہیں۔ ایسے لوگوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو وہ ہے جو کھلم کھلا علماء کا مذاق اڑاتا، ان پر لعن طعن کرتا اور ان کے خلاف محاذ آرائی کرتا ہے۔ علماء کو باعثِ فساد اور سببِ زوال قرار دیتا ہے۔ ایسے لوگوں سے کیا شکوہ کہ جو اپنے دین و ایمان کو داؤ پر لگا بیٹھے۔ ان کی ہدایت کی دعا ہی کی جاسکتی ہے ورنہ کل قیامت میں سب کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے کھل جائے گا کہ علماء اور علماء کی عزت و خدمت کرنے والے بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہیں یا ان کی مخالفت اور ان کی تذلیل و تحقیر کی کوشش کرنے والے مقبول ہیں۔ دوسرا گروہ ان امراء اور مساجد کے متولیوں کا ہے جو بظاہر تو علماء کے سامنے سر جھکاتے اور ان کی عزت کرتے نظر آتے ہیں لیکن ان کے دل حقیقتاً اس سے خالی ہوتے ہیں۔ اپنے اس طرزِ عمل کی اپنے دل میں نجانے کیا تاویلیں سوچے بیٹھے ہیں۔ علماء کے فضائل کو دبانا، چھپانا اور اس کے لئے نجانے کیا کیا حربے اختیار کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اگرچہ خود مذہبی لبادہ اوڑھے ہوتے ہیں لیکن ان کے خیالات علماء کے رد میں ہوتے ہیں اور عموماً تحقیر کے

طور پر علماء کو لفظ مولوی سے تعبیر کرتے ہیں اور ان میں سے بعض علماء کو راہِ عشق سے جاہل قرار دے کر جو چاہیں توہین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی کئی مثالیں پاکستان کے کئی مقرروں میں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔

اب قرآن وحدیث کی وہ نصوص ذکر کی جاتی ہیں جن میں علماء کے فضائل بیان کیۓ گۓ ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یَخشَی اللہ من عبادہ العلماء.

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔"

(پارہ 22، سورۂ فاطر، آیت 28)

ایک اور جگہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت.

ترجمہ: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔"

(پارہ 28، سورۂ مجادلہ، آیت 11)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا، فرمان باری تعالیٰ ہے:

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون انمایتذکر اولوا الالباب.

ترجمہ: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں"۔

(پارہ 23 سورۂ زمر، آیت 9)

......ستر غزوات میں شرکت سے افضل......

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

لأن أعلم بابا من العلم فی أمر ونهی أحب إلی من سبعین غزوة فی سبیل الله عز وجل۔

ترجمہ: بے شک امر اور نہی (یعنی حلال وحرام) کے بارے میں علم کا ایک باب جاننے والا میرے نزدیک اللہ عزوجل کی راہ میں (۷۰) غزوات میں شرکت کرنے والے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 16)

......عالم کی عابد پر فضیلت......

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

فضل العالم علی العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب، وإن العلماء لهم ورثة الأنبياء، إن الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما، ولكنهم ورثوا العلم، فمن أخذ يعني به أخذ بحظ وافر:

ترجمہ: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر اور بے شک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء علیہم السلام درہم اور دینار (یعنی دنیاوی مال ودولت) کا وارث نہیں بناتے بلکہ ان کی وراثت علم

ہے، تو جس نے اس میں سے لے لیا اس نے بہت بڑا حصہ پالیا۔"

(ابن ماجہ: باب فضل العلماء الخ، حدیث 219)

......عبادت کے صحیح ہونے کا دارو مدار......

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے کہا کہ "دو ایسے مرد ہیں کہ ان میں سے ایک اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہتا ہے جبکہ دوسرا فرائض کے علاوہ کچھ بھی زیادہ نفلی عبادت نہیں کرتا البتہ یہ ہے کہ وہ دوسرا شخص لوگوں کو علم دین سکھاتا ہے، ان میں افضل کون ہے؟" نبی مکرم، رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فضل هذا العالم، كفضلي على أدنى رجل منكم قلت :ولا تصح العبادة إلا بعد التفقه۔

ترجمہ: اس عالم کی فضیلت (نفلی عبادات کی کثرت کرنے والے دوسرے شخص پر) اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت تمہارے ادنیٰ مرد پر۔ میں کہتا ہوں کہ عبادت صحیح نہیں ہوتی مگر دین میں تفقہ (دین کا علم) حاصل کرنے کے بعد۔"

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 18)

......عالم کے لئے مرتبہ شفاعت......

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شافعِ امت، جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اذا اجتمع العالم والعابد على الصراط قيل للعابد ادخل الجنة و

تنعم بعبادتك وقيل للعالم قف هنا واشفع لمن احببت فانك لاتشفع لاحد الا شفعت فقام مقام الانبياء رواه الديلمى فى الفردوس

ترجمہ: جبکہ عالم اور عابد پل صراط پر جمع ہوں گے تو عابد سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اپنی عبادت کے سبب ناز و نعمت کے ساتھ رہو اور عالم سے کہا جائے گا کہ یہاں ٹھہر جاؤ اور جس شخص کی چاہو شفاعت کرو۔ اس لئے کہ تم جس کسی کی شفاعت کرو گے قبول کی جائے گی۔ تو وہ انبیاء کے مقام پر کھڑا ہوگا۔

(کنز العمال ج ۱۰ ص ۷۸)

......علماء قائد ہیں......

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

المتقون سادة ، والفقهاء قادة ۔

ترجمہ: پرہیزگار لوگ سردار ہیں اور فقہاء (علمائے دین) قیادت کرنے والے ہیں۔

(معجم کبیر: ج2، حدیث 8476)

......عالم دین کو تکلیف دینے کا وبال......

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، آپ ارشاد فرماتے ہیں:

من آذى فقيها فقد آذى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ومن آذى رسول الله فقد آذى الله عز وجل

ترجمہ: جس نے فقیہ (عالم دین) کو تکلیف دی اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کو تکلیف دی اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی بیشک اس نے اللہ عزوجل کو ایذاء دی۔"

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 33)

......نبوت سے قرب......

اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

أقرب الناس من درجة النبوة أهل الجهاد وأهل العلم لان أهل الجهاد يجاهدون على ما جاء ت به الرسل ، وأما أهل العلم فدلوا الناس على ما جاء ت به الانبياء ۔

ترجمہ: لوگوں میں نبوت کے درجے کے زیادہ قریب علم والے اور جہاد کرنے والے ہیں کیونکہ اہلِ علم تو لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں، اس بات پر جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لائے اور اہلِ جہاد اس چیز پر جہاد کرتے ہیں جو رُسل علیہم السلام لے کر آئے۔

(کنز العمال: ج4، رقم 10647)

......اللہ تعالی کے نزدیک بلند مرتبہ کون......

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

أرفع الناس عند الله منزلة من كان بين الله وبين عباده ، وهم الأنبياء والعلماء ۔

ترجمہ: اللہ تعالی کے نزدیک لوگوں میں بلند مرتبے والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے

بندوں کے درمیان وسیلہ ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام اور علماء ہیں۔"

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 35)

......انبیاء کی مجلسیں......

حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "جو چاہتا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی مجلسوں کی طرف دیکھے اسے چاہیے کہ علماء کی مجلسوں کی طرف دیکھے کہ کوئی مرد آتا ہے اور کہتا ہے کہ اے فلاں (یعنی مولانا صاحب، مفتی صاحب) آپ اس مرد کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے اپنی عورت کے بارے میں اس اس طرح قسم کھائی پس وہ عالم کہتا ہے کہ اس کی عورت کو طلاق ہوگئی اور ایک دوسرا شخص آتا ہے اور کہتا ہے، آپ اس مرد کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے اپنی عورت کے بارے میں ایسے ایسے قسم اٹھائی تو وہ کہتا ہے کہ وہ مرد اپنی اس بات کے ساتھ حانث (قسم توڑنے والا) نہیں ہوا اور یہ بات کہنا جائز نہیں مگر انبیاء علیہم السلام اور علماء کے لیے۔ پس اس بات سے علماء کی شان پہچان لو۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 35)

......علماء اللہ عزوجل کے ولی ہیں......

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"اذالم تکن العلماء اولیاء اللہ فلیس للہ ولی :

ترجمہ: جب علماء اللہ کے ولی نہیں تو پھر (کوئی) اللہ کا ولی نہیں"

(تفسیر صاوی ج2، ص182)

ربیع بن سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا: ''اگر آخرت میں اللہ عزوجل کے ولی علماء نہیں تو اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 36)

......علمِ فقہ فیضِ انبیاء ہے......

قتیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''بے شک عیسٰی بن مریم (علیہ السلام) نے فرمایا، عنقریب ایسی قوم آئے گی جو فقہاء (یعنی علماء) ہوں گے گویا کہ وہ اپنے فقہ میں انبیاء علیہم السلام کیساتھ مشابہت کرنے والے ہیں۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 36)

......علماء کی کثرت خیر و برکت اور کمی جہالت......

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''جب اللہ عزوجل کسی قوم سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو ان کے اندر فقہاء کی کثرت فرمادیتا ہے اور جاہلوں کو کم کردیتا ہے یہاں تک کہ جب کوئی عالم بات کرتا ہے تو اپنے مددگار پاتا ہے اور جب جاہل کلام کرتا ہے تو وہ سختی پاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو ان کے اندر جاہلوں کی کثرت فرمادیتا ہے اور فقہاء (علماء) کو کم کردیتا ہے یہاں تک کہ جب کوئی جاہل کلام کرتا ہے تو اپنے مددگار پاتا ہے اور جب کوئی فقیہ (عالم) کلام کرتا ہے تو وہ سختی پاتا ہے۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 42)

......علماء ستاروں کی طرح ہیں......

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک زمین میں علماء کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان کے ستارے کہ ان کے ساتھ خشکی اور تری میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے تو جب ستارے غائب ہو جائیں تو قریب ہے کہ وہ راستے سے بھٹک جائیں۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ،جلد2،صفحہ 78)

......فقہاء محدثین سے افضل ہیں......

عبیداللہ بن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا، ہم امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے اس حال میں کہ وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال پوچھ رہے تھے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب دے رہے تھے تو امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ کو یہ چیزیں کیسے حاصل ہوئی؟ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: ''آپ ابراھیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کرتے ہیں اور آپ نے عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کیا''۔ (مراد یہ کہ آپ سے سنی ہوئی حدیثوں سے ہی یہ مسئلے نکالے ہیں) یہ سن کر امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے فقہاء کے گروہ! تم طبیب ہو اور ہم دوافروش ہیں۔ (دوافروش کا کام صرف دوائیاں جمع کرنا ہوتا ہے (جیسے میڈیکل اسٹور والا) اور ڈاکٹر کا کام ان کو موقع محل پر استعمال کرنا ہے اسی طرح محدثین کا کام حدیثیں جمع کرنا ہے اور فقہاء کرام کا کام ان احادیث کو صحیح موقع محل پر استعمال کرنا ہے)۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ،جلد2،صفحہ 84)

......استاد کا مقام......

دینی استاد کا مرتبہ بہت بلند ہے۔استاد کا مقام بعض اعتبارات سے ماں باپ سے بھی بڑھ کر ہے۔اس کی تعظیم کرنا، اس کی خدمت کرنا طالبِ علم کے لئے علم کی راہیں آسان کردیتا ہے۔ابوبکر محمد بن علی نحوی فرماتے ہیں: "جب کوئی بندہ کسی عالم سے علم حاصل کرے اوراس سے فوائد حاصل کرے تو وہ اس کا غلام ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

واذقال موسٰی لفتاہ :

ترجمہ: یاد کرو جب موسٰی نے اپنے خادم سے کہا"۔

(ترجمہ کنز الایمان)

آیت مبارکہ میں خادم سے مراد حضرت یوشع بن نون تھے اور وہ موسٰی علیہ السلام کے غلام نہیں تھے۔اگرچہ آپ کے شاگرد اور آپ کے پیروکار تھے تو اللہ عزوجل نے اسی وجہ سے ان کو فتاۃ (خادم) قرار دیا۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 99)

یہاں ہم علامہ زرنوجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور تصنیف "تعلیم المتعلم" سے تعظیمِ استاد کے حوالے سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ استاد کی تعظیم علم کے حصول میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے اور استاد کو تنخواہ دار ملازم سمجھنا علم سے محرومی کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔علامہ زرنوجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

......علم اور اہل علم کی تعظیم کا بیان......

اے عزیز طالب علم! ایک طالب علم اس وقت تک علم حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس سے نفع اٹھا سکتا ہے جب تک کہ وہ علم، اہلِ علم اور اپنے استاد کی تعظیم و توقیر نہ کرتا ہو۔ کسی نے کہا ہے کہ:

ما وصل من وصل الا بالحرمة وما سقط من سقط الا بترك الحرمة ترجمہ: جس نے جو کچھ پایا ادب واحترام کرنے کے سبب ہی سے پایا اور جس نے جو کچھ کھویا وہ ادب واحترام نہ کرنے کے سبب ہی کھویا''۔

کہا جاتا ہے کہ: الحرمة خير من الطاعة۔

ترجمہ: ادب واحترام کرنا اطاعت کرنے سے زیادہ بہتر ہے''۔

آپ دیکھ لیجئے کہ انسان گناہ کرنے کی وجہ سے کبھی کافر نہیں ہوتا بلکہ اسے ہلکا سمجھنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔

......تعظیمِ کتاب......

تعظیمِ علم میں کتاب کی تعظیم کرنا بھی شامل ہے لہٰذا طالبِ علم کو چاہئے کہ کبھی بھی بغیر طہارت کے کتاب کو ہاتھ نہ لگائے۔ شیخ شمس الآئمہ حلوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حکایت نقل کی جاتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ: ''میں نے علم کے خزانوں کو تعظیم وتکریم کرنے کے سبب حاصل کیا، وہ اس طرح کہ میں نے کبھی بھی بغیر وضو کاغذ کو ہاتھ نہیں لگایا۔''

شیخ شمس الآئمہ امام سرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کا پیٹ

خراب ہو گیا، آپ کی عادت تھی کہ آپ رات کے وقت کتابوں کی تکرار اور بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے، پس اس رات پیٹ خراب ہونے کی وجہ سے آپ کو سترہ بار وضو کرنا پڑا کیونکہ آپ بغیر وضو تکرار نہیں کیا کرتے تھے۔

اے عزیز طالبِ علم! استاد کی تعظیم کرنا بھی علم ہی کی تعظیم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: انا عبد من علمنی حرفاً واحدا ان شاء باع وان شاء اعتق وان شاء استرق۔

ترجمہ: ۔ جس نے مجھے ایک حرف سکھایا میں اس کا غلام ہوں چاہے اب وہ مجھے فروخت کر دے، چاہے تو آزاد کر دے اور چاہے تو غلام بنا کر رکھے"۔ اسی بات پر میں نے یہ اشعار کہے ہیں:

رأیت احق الحق حق المعلم

وأوجبه حفظا علی کل مسلم

ترجمہ: میں استاد کے حق کو تمام حقوق سے مقدم سمجھتا ہوں اور ہر مسلمان پر اس کی رعایت واجب مانتا ہوں۔

لقد حق ان یهدی الیه کرامة

لتعلیم حرف واحد الف درهم

ترجمہ: حق تو یہ ہے کہ استاد کی طرف ایک حرف سکھانے پر تعظیماً ایک ہزار درہم کا تحفہ بھیجا جائے۔

اے عزیز طالبِ علم! بے شک جس نے تجھے دینی ضروریات میں سے ایک حرف بھی سکھایا وہ شخص تمہارا دینی باپ ہے، ہمارے استاد شیخ سدید الدین شیرازی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مشائخ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا عالم بنے اسے چاہئے کہ تنگ دست فقہاء کی دیکھ بھال کرے، ان کی عزت وتکریم کرے، ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ انہیں دیتا رہے۔ پس اگر اس کا بیٹا عالم نہ ہوا تو اس کا پوتا ضرور عالم بنے گا۔ استاد کی عزت و تکریم میں یہ باتیں بھی شامل ہیں کہ طالبِ علم کو چاہئے کہ کبھی استاد کے آگے نہ چلے، نہ استاد کی جگہ پر بیٹھے، بغیر اجازت کلام میں ابتداء نہ کرے اور نہ ہی بغیر اجازت استاد کے سامنے زیادہ کلام کرے، جب وہ پریشان ہوں تو کوئی سوال نہ کرے بلکہ وقت کا لحاظ رکھے اور نہ ہی استاد کے دروازے کو کھٹکھٹائے بلکہ طالبِ علم کو چاہئے کہ وہ صبر سے کام لے اور استاد کے باہر آنے کا انتظار کرے۔

الغرض طالبِ علم کو چاہئے کہ ہر وقت استاد کی رضا کو پیشِ نظر رکھے اور اس کی ناراضگی سے بچے اور اللہ جل جلالہ کی نافرمانی والے کاموں کے علاوہ ہر معاملہ میں استاد کے حکم کی تعمیل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں جیسا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان شر الناس من یذھب دینه لدنیا غیره۔

ترجمہ: لوگوں میں سے بدترین شخص وہ ہے جو کسی کی دنیا سنوارتے اپنے دین کو برباد کرڈالے"۔

استاد کی اولاد اور اس کے رشتہ داروں کی تعظیم وتوقیر بھی استاد کی تعظیم وتوقیر ہی کا ایک حصہ ہے۔ ہمارے استاد محترم صاحب ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ حکایت بیان کی کہ بخارا کے بلند پایہ آئمہ میں سے ایک امام کا واقعہ ہے

کہ ایک مرتبہ وہ علمِ دین کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ یکا یک انہوں نے بار بار کھڑا ہونا شروع کر دیا، لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میرے استاد محترم کا صاحبزادہ بچوں کے ساتھ گلی میں کھیل رہا تھا، کبھی کبھی کھیلتا ہوا وہ مسجد کی طرف آ نکلتا ، پس جب میری نظر اُن پر پڑتی تو میں اپنے استاد کی تعظیم میں ان کی تعظیم کیلئے کھڑا ہو جاتا۔

امام فخر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مَرُوشہر میں رئیس الائمہ کے مقام پر فائز تھے اور سُلطانِ وقت آپ کا بے حد ادب و احترام کیا کرتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ منصب اپنے استاد کی خدمت کرنے کی وجہ سے ملا ہے کہ میں اپنے استاد کی خدمت کیا کرتا تھا یہاں تک کہ میں نے ان کا تین سال تک کھانا پکایا اور استاد کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے کبھی بھی اس میں سے کچھ نہ کھایا۔

ایک مرتبہ شیخ الآئمہ حلوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کوئی حادثہ پیش آیا جس کی وجہ سے وہ بخارا سے نکل کر ایک گاؤں میں سکونت پذیر ہو گئے۔ اس عرصے میں ان کے شاگرد ملاقات اور زیارت کیلئے حاضر ہوتے رہتے مگر ان کے ایک شاگرد شیخ شمس الآئمہ زرنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملاقات کیلئے حاضر نہ ہو سکے، پھر جب ایک مرتبہ شیخ شمس الآئمہ حلوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ وہ ملاقات کیلئے کیوں نہیں آئے تو شمس الآئمہ زرنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کی کہ عالیجاہ! میں دراصل اپنی والدہ کی خدمت میں مشغول تھا اس لئے حاضر نہ ہو سکا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ نے فرمایا کہ تمہیں عمر درازی تو حاصل ہوگی مگر رونقِ درس نہ پا سکو گے اور ایسا ہی ہوا کہ شیخ شمس الآئمہ زرنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اکثر وقت دیہاتوں میں گزرا اور یہ کہیں بھی درس و

تدریس کا انتظام نہ کرسکے، کیونکہ جو شخص اپنے استاد کیلئے اذیت و تکلیف کا باعث بنے گا وہ علم کی برکتوں سے محروم ہو جاتا ہے، اور وہ شخص علم سے کماحقہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا جیسا کہ کسی شاعر نے کہا کہ:

ان المعلم اوطبيب كلاهما
لا ينصحان اذا هما لم يكرما

ترجمہ: استاد ہو یا طبیب دونوں اس صورت میں نصیحت نہیں کرتے جب ان کی عزت وتکریم نہ کی جائے۔

فاصبر لدائك ان حفوت طبيبه
واقتنع بجهلك ان جفوت معلما

ترجمہ: اگر تو طبیب سے بدسلوکی کرتا ہے تو پھر اپنی بیماری پر صبر کرنے کیلئے تیار ہو جا اور اگر تو اپنے استاد سے بدسلوکی کرتا ہے تو پھر اپنی جہالت پر قناعت کر۔

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے لڑکے کو امام اللغۃ اصمعی کے پاس علم حاصل کرنے کیلئے بھیجا، ایک دن ہارون الرشید نے دیکھا کہ اصمعی وضو میں اپنا پیر دھو رہے ہیں اور خلیفہ کا لڑکا پانی ڈال رہا ہے، یہ دیکھ کر خلیفہ نے اصمعی سے شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے لڑکے کو آپ کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ آپ اسے علم وادب سکھائیں پھر آپ نے وضو کرتے وقت اسے ایک ہاتھ سے پانی ڈالنے اور دوسرے ہاتھ سے پاؤں دھونے کا حکم کیوں نہیں دیا؟

......علماء کی بارگاہ میں آنے کا طریقہ......

علماء کا منصب لوگوں کو دینی مسائل سے روشناس کرانا ہے اور عوام کا کام ان سے فیض حاصل کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہونا ہے۔ لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ علماء کے منصب کے مطابق ان کی عزت اور راحت و آرام کا خیال ضرور رکھا جائے۔

علماء کے اس طرح کے آداب کے بارے میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فرمان نہایت جامع ہیں، چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''عالم کے حق سے یہ بات ہے کہ اس سے بہت زیادہ سوال نہ کیے جائیں اور اس سے جواب لینے میں سختی نہ کرے اور جب اسے سستی لاحق ہو تو جواب لینے کے لئے اس کے پیچھے نہ پڑ جائے اور جب وہ اٹھے تو اس کے کپڑوں کو نہ پکڑے اور اس کے راز کو فاش نہ کیا جائے اور نہ ہی اسکے پاس کسی کی غیبت کرو اور اسکے سامنے بیٹھو اور جب تم اس کے پاس آؤ تو اس کو خاص طور پر سلام کرو اور دوسرے لوگوں سے عام طور پر سلام کرو اور یہ بھی کہ اسکے رازوں کی حفاظت کرو جب تک وہ اللہ کے حکم کی حفاظت کرتا ہے بے شک عالم بمنزلہ کھجور کے درخت کے ہے جس کا تم انتظار کرتے ہو کہ کس وقت تمہارے اوپر اس سے کوئی چیز گرے اور عالم روزہ رکھنے والے اور نوافل پڑھنے والے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی سے افضل ہے اور جب عالم وفات پاتا ہے تو اسکو ۷۷ ہزار مقربین فرشتے رخصت کرنے کے لیے اس کے ساتھ جاتے ہیں اور عالم کی موت اسلام میں ایسا رخنہ ہے جسے قیامت تک بند نہیں کیا جا سکتا۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 99)

......زوال اسلام کا سبب......

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ لوگوں کو علم سکھا دینے کے بعد ان کے سینوں سے واپس نہیں لے گا بلکہ علم کا جانا علماء کے فوت ہو جانے کے ساتھ ہوگا۔ پھر لوگ اپنا سردار جاہلوں کو بنالیں گے ان سے سوال کریں گے اور وہ بغیرِ علم کے ان کو جواب دیں گے تو وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 152)

اس زمانے کا بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ لوگوں نے علماء سے منہ پھیر کر جہلاء کو اپنا سردار بنالیا ہے اور ایسے لوگ غلط مسائل بیان کر کے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ جیسے بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جن کا دینی علم بالکل صفر ہوتا ہے لیکن ان کو چونکہ لکھنے یا کسی سے لکھوانے کا ڈھنگ آتا ہے لہٰذا وہ اسی بل بوتے پر اپنے آپ کو مجتہد سمجھ کر قوم کی رہنمائی کا ٹھیکہ لے لیتے ہیں اور پھر جو خلافِ اسلام تحریریں ان کے قلم اگلتے ہیں، الامان والحفیظ۔ کہیں کفریات لکھے ہوتے ہیں تو کہیں گمراہی کی باتیں، کہیں قرآن کے خلاف ہے تو کہیں حدیث کے، کبھی پردے کے خلاف لکھیں گے تو کہیں شرعی حدود کے، کبھی توہینِ رسالت کے قانون پر مشقِ ستم کریں گے تو کہیں اخلاقیات کی جاہلانہ تعریف کرتے نظر آئیں گے۔ ایسے تمام لوگوں اور ان کے پیروکاروں کی خدمت میں عاجزانہ گزارش ہے کہ دنیا کا ادنیٰ سے ادنیٰ کام

بھی اس شعبے کے ماہر کے حوالے کیا جاتا ہے۔موچی کا کام موچی کی بجائے کسی حجام کو کوئی نہیں دیتا، کار مکینک کا کام سائیکل مکینک کو کوئی نہیں دیتا، اکاؤنٹینٹ کا کام کسی ان پڑھ کے حوالے نہیں کیا جاتا، کسی کمپنی کا مینجر کسی جمعدار کو نہیں بنایا جاتا، جدید اسلحہ بنانے کا کام کسی سائنسدان کی بجائے نل مرمت کرنے والے کو نہیں دیا جاتا۔اس طرح کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی مثالیں لے لیں کوئی بھی عقلمند اور ذی ہوش آدمی ہوش وحواس کی سلامتی کی حالت میں کسی ماہرِ فن کو کوئی کام سپرد کرنے کی بجائے کسی بالکل بیگانے اور لاعلم آدمی کو نہیں سونپے گا۔لیکن یہ نہایت حیرت انگیز معاملہ ہے کہ دینی رہنمائی کے لئے دین کے ماہروں کی بجائے ہر ایرا غیرا منہ اٹھا کے رہنمائی کے دعوے کرنا شروع کر دیتا ہے اور ساری قوم کو اپنے پیچھے چلانے کی کوشش کرتا ہے۔جس شخص کو دین کی الف ب سے بھی واقفیت نہیں وہ قرآن وحدیث سے استدلال کرنے کے بلند بانگ دعوے کرتا نظر آتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ لوگوں کے پاس زائد از ضرورت وقت بہت زیادہ ہوتا ہے خصوصاً ان لوگوں کے پاس جو اپنی نوکری سے ریٹائر ہو چکے ہوتے ہیں۔اب بیٹھے بٹھائے دل میں آتی ہے کہ فارغ وقت کیسے گزاریں چنانچہ کچھ نفس ورغلاتا ہے اور کچھ شیطان مشورہ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ تمہیں عقلِ کل بنایا ہے اور جیسی سمجھ تمہیں عطا فرمائی ہے ویسی کائنات میں کسی کو بھی عطا نہیں فرمائی اور فہم وفراست تو تمہارے اوپر ختم ہے، دانشمندی تمہارے گھر کی لونڈی ہے لہٰذا بغیر کسی کی مدد کے دو چار سورتوں اور حدیثوں کا ترجمہ یاد کر کے قوم کی رہنمائی کا فریضہ سر انجام دو۔چنانچہ اس ترغیب و

وسوسے کے بعد ایک طرف کوئی میجر صاحب کھڑے ہو جائیں گے، دوسری طرف وکیل صاحب کھڑے ہو جائیں گے، تیسری طرف ڈاکٹر صاحب اجتہاد کی گٹھڑی لے کر آجائیں گے اور پروفیسر صاحب کا تو پوچھنا ہی کیا وہ تو پہلے ہی بیس پچیس برس اجتہاد ہی کے فرائض سرانجام دے چکے ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ سب مل کر دین کا حلیہ بگاڑنے پر تل جاتے ہیں اور ان کے ساتھ ان لوگوں پر بھی افسوس ہے جو ان کی پیروی کرتے ہیں۔ اگر لوگ ایسوں کی پیروی نہ کریں تو دو چار دن میں خود ہی ان کا جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا اور یہ حضرات اپنی عمر کا آخری حصہ آرام سے گزار لیں گے۔

ان سب حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ لوگوں کی گمراہی اور بے راہ روی کا بوجھ اپنے کندھے پر نہ لادیں اور اپنی قبر مزید تاریک نہ بنائیں۔ موت کا ایک جھٹکا ساری لیڈری اور قیادت کے شوق فنا کردے گا تو اپنے گناہوں کے ساتھ ہزاروں لوگوں کے گناہ اپنے سر پر لادنے کا کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ ان سب کو ہدایت عطا فرمائے۔

......اللہ تعالیٰ کس کی بھلائی چاہتا ہے؟......

خیر و برکت کی علامت اور بنیاد عام لوگوں کی نظر میں مال و دولت کی کثرت اور نعمتوں کی فراوانی ہے اور اس کو یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور وہ مجھ سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے سراسر جہالت ہے بلکہ اس بات کو اپنے لئے دلیل فلاح و نجات اور باعث قرب الٰہی سمجھنا کافروں کا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے یہ خود اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمادیا چنانچہ فرمایا:

"من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین"

ترجمہ: جس شخص کے ساتھ اللہ عزوجل بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کا فقیہ بناتا ہے"

(بخاری: ج1، ص16)

......عالم کی عابد پر فضیلت......

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں دو آدمیوں کا زکر کیا گیا۔ ایک عبادت گزار کا اور دوسرے عالم دین کا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنا کم -ثم قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ وملائکتہ واھل السموات والارض حتی النملۃ فی حجرھا وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس الخیر"

ترجمہ: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنی پر"۔ اس کے بعد پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمان وزمین والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور یہاں تک کہ مچھلی (سمندر میں) لوگوں کو علم دین سکھانے والے پر صلاۃ بھیجتے ہیں۔

(ترمذی: ج2، ص98، کتب خانہ خورشیدیہ لاہور)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"فقھیہ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد"

ترجمہ: ایک فقیہ ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر سخت ہے۔''

(مشکوۃ: ص 34)

......عالم و عابد......

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے قائم اللیل (ساری رات عبادت کرنے والے) اور صائم النہار (دن میں روزہ رکھنے والے) ہزار عابدوں کی موت، حلال و حرام جاننے والے ایک دانا و بینا کی موت کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج 1، ص 65، بیروت)

......اللہ عزّوجلّ کی خوشنودی کا سبب......

علمِ دین کا کوئی بھی شعبہ ہو اس کی فضیلت ضرور ہے لیکن اس میں جو فضیلت حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین یاد کرنے اور اس کو آگے پہنچانے کی ہے وہ یقیناً کئی اعتبار سے دوسرے علوم پر فائق ہے۔ اور حدیثیں یاد کر کے دوسروں تک پہنچانے کا فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات حدیث جس نے سنی یا یاد کی ہے وہ اس حدیث کے مفاہیم و مطالب اور نکات سے اس قدر واقف نہیں ہوتا، جتنا وہ شخص اس حدیث سے نکال لیتا ہے جو سننے والا ہے۔ جیسے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جن محدثین سے حدیثیں سنیں ان میں سے اکثر محدثین سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فہمِ دین کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ لیکن بہر حال حدیثیں یاد کرنے والوں کے لئے عظیم بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے تر و تازگی اور خوشحالی کی دعا فرمائی۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا:

"نضر اللہ امرء سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ غیرہ فرب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ و رب حامل فقہ لیس بفقیہ "

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میری بات سنی اور یاد کر لی اور محفوظ رکھی اور دوسرے کو پہنچا دی کیونکہ بہت سے علم کے حامل (علم یاد کرنے والے) فقیہ نہیں ہوتے اور بہت سے علم کے حامل (یاد کرنے والے) اس تک پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہو۔

(ترمذی: ج2، ص94،)

......چالیس احادیث یاد کرنے کی فضلیت......

حدیثیں یاد کرنے والوں کے بارے میں سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو دعا ارشاد فرمائی اس کے علاوہ بطور خاص چالیس حدیثیں یاد کرنے والوں کے بارے میں شفاعت کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من حفظ علی امتی اربعین حدیثا فی امر دینھابعثہ اللہ فقیھاو کنت لہ یوم القیامۃ شافعا و شھیدا "

ترجمہ: جس نے میری امت کے دین کے متعلق چالیس حدیثیں حفظ کیں اسکو اللہ تعالیٰ فقیہ اٹھائیگا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کرنے والا اور اس کی گواہی دینے والا ہوں گا۔

(مشکوۃ شریف: ص36)

اس حدیث کی فضیلت کے پیش نظر بیسیوں علماء نے چالیس چالیس حدیثوں کے مختلف مجموعے جمع فرمائے اوران کی شروحات لکھیں۔ چالیس حدیثیں یاد کرنے کی عظیم فضیلت ہے۔ علماء وفقہاء کے ساتھ حشر ہونے کی بشارت اور شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی خوشخبری ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ چالیس حدیثیں ضرور یاد کرے اگر چہ مختصر ہوں کہ دو تین دن کی محنت سے انشاء اللہ عظیم فضائل حاصل ہوں گے۔

......علماء رحمت ہی رحمت ہیں......

باعمل عالمِ دین کا قول اور فعل دونوں ہی لوگوں کی دینی رہنمائی کرتے ہیں یونہی باعمل عالم کے سفر و حضر سے لوگوں کو شرعی مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے عالم جہاں بھی ہوگا وہ لوگوں کے لئے باعثِ نفع اور ذریعہ فیض ہوگا۔

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کیا ہے: ''علماء بارانِ رحمت ہیں جہاں بھی ہوں گے نفع پہنچائیں گے''۔

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1، ص124، بیروت)

......سردار کون؟......

اللہ تعالیٰ نے حقیقی سرداری علماء ہی کو عطا فرمائی ہے۔ کیونکہ دنیوی طور پر جو شخص سردار ہو وہ عموماً لوگوں کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہوتا اور اس کے پاس آنے والے اس سے عقیدت رکھتے ہوئے کبھی نہیں آتے بلکہ اپنے مفادات اور ضروریات کے لئے ہی آئیں گے۔ اسی لئے جب اس کی سرداری ختم ہو جائے تو کوئی اسے پوچھتا

تک نہیں بلکہ جو لوگ کل تک اس کے سامنے جھک رہے ہوتے ہیں آج وہ ان سے سلام لینا بھی گوارا نہیں کرتے۔ بلکہ بعض اوقات تو یہی جھکنے والے سرداری کے خاتمے کے بعد ہتھکڑیاں لگا کر جیل لیجا رہے ہوتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے عالمِ دین کو وہ سرداری عطا فرمائی ہے کہ سب لوگ اس کے سامنے جھکتے ہیں حتیٰ کہ ظاہری سردار بھی اس کے سامنے آتے ہیں تو جھک کر ہی آتے ہیں۔ اور جو لوگ علماء کے پاس آتے ہیں وہ عقیدت و محبت سے آتے ہیں، اس سے دنیا نہیں بلکہ دین اور آخرت کے فائدے کے لئے آتے ہیں اور لوگ نہ صرف علماء کی زندگی میں ان کی عزت کرتے ہیں بلکہ موت کے بعد بھی اچھے القاب واوصاف کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ جبکہ دنیاداروں کا جو حال ہوتا ہے وہ سب کے سامنے ہے کہ جنازے میں تو مروت یا کسی وجہ سے لوگ شرکت کر بھی لیتے ہیں لیکن چند دنوں کے بعد کسی کی زبان پر ان کا تذکرہ تک نہیں ہوتا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

''حجاج بن یوسف نے خالد بن صفوان سے پوچھا، بصرہ کا سردار کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ''حسن بصری'' حجاج نے تعجب سے کہا یہ کیونکر ممکن ہے؟ حسن تو غلاموں کی اولاد ہے۔ خالد نے کہا، حسن اس لئے سردار ہیں کہ لوگ اپنے دین میں ان کے محتاج ہیں اور وہ ان کی دنیا میں کسی کے محتاج نہیں بخدا میں نے بصرہ میں کسی عزت دار کو نہیں دیکھا جو حسن کے حلقے میں پہنچنے کی کوشش نہ کرتا ہو۔ سب کو ان کا وعظ سننے اور ان سے علم حاصل کرنے کی آرزو رہتی ہے۔ یہ سن کر حجاج نے کہا، واللہ یہی سرداری ہے''۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج1 ص128 دار ابن حزم)

......شیطان کی جھنجھلاہٹ......

ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے: ''شیطان پر عاقل عالم سے زیادہ سخت کوئی نہیں اس لئے کہ عالم بولتا ہے تو علم کے ساتھ بولتا ہے چپ ہوتا ہے تو عقل کے ساتھ چپ ہوتا ہے۔ آخر شیطان جھنجھلا کر کہہ اٹھتا ہے دیکھو تو مجھ پر اس کی گفتگو اس کی خاموشی سے بھی زیادہ شاق ہوتی ہے۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ ج 1 ص 248 دار ابن حزم)

عالم کا بولنا شیطان کو اس کی خاموشی سے بھی زیادہ تکلیف دیتا ہے۔ حالانکہ شیطان کو خاموشی کی بنسبت بولنا زیادہ پسند ہے کیونکہ بولنے میں غلطی کا امکان زیادہ ہوتا ہے لیکن محتاط اور پرہیز گار عالم بولتے وقت اپنی زبان اور دل کی طرف نگاہ رکھتا ہے اور پہلے تولتا ہے پھر بولتا ہے اس لئے اس کی گفتگو لوگوں کے لئے خوفِ خدا و عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور فکرِ آخرت پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس لئے شیطان کو عالم کا بولنا اس کی خاموشی سے زیادہ تکلیف دیتا ہے۔

......علماء کی صحبت......

جیسا کہ اوپر علماء کی گفتگو کا فائدہ ذکر کیا گیا اسی لئے باعمل علماء کی صحبت اختیار کرنے کا فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے: ''ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو جن کی صورت دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے، جن کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے، جن کا عمل تمہیں آخرت کا شوق دلائے۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ ج 1 ص 250 دار ابن حزم)

اس فرمان میں جو حکم دیا گیا ہے وہ صحیح العقیدہ اور باعمل علماء کے لئے ہے۔
بدعقیدہ عالم کی صحبت سے میلوں دور بھاگنا چاہیے کہ ایمان کی تباہی کا ذریعہ ہے اور بے عمل علماء کی صحبت سے بھی بچنا چاہیے کہ اس صورت میں وہ حقیقتاً بری صحبت ہے اور بری صحبت سے بچنا چاہیے اور خصوصا جو آدمی بے عمل علماء کی صحبت کی وجہ سے بے عمل بنتا ہے وہ کم ہی باعمل بنتا ہے، اور علماء کو بھی چاہیے کہ اپنا قول و فعل اور کردار ایسا رکھیں کہ جو لوگ ان کے پاس آئیں وہ ہدایت پائیں، اور باعمل بن جائیں اور علماء کا قول و فعل لوگوں کے لئے دین پر استقامت اور خوفِ خدا کا ذریعہ بنے نہ یہ کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ دین سے دور ہو جائیں۔

......علم کس طرح ختم ہوگا؟......

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تظهر الفتن و يكثر الهرج وقيل :وما الهرج ؟ قال :القتل ،القتل ،و يقبض العلم "

ترجمہ: فتنے پھوٹیں گے اور ہرج زیادہ ہو جائے گا، صحابہ نے عرض کیا، ہرج کیا چیز ہے؟ فرمایا، قتل! قتل! اور علم قبض کر لیا جائے گا۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "علم اس طرح قبض نہیں ہوگا کہ سینوں سے نکل جائے بلکہ یہ ہوگا کہ علماء فنا ہو جائیں گے"۔

(المدخل للبیہقی برقم 849 ص 450، مسند احمد بن حنبل ج 2 ص 481)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعاینتزعہ من الناس ، ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی ازا لم یترك عالمااتخذ الناس رؤو ساجھالا،فسئلو ا فافتو ا بغیر علم فضلو ا و افضلو ا"

ترجمہ: ''علم آدمیوں سے چھینا نہیں جاتا، لیکن علماء کے مٹنے سے مٹ جاتا ہے۔ عالم باقی نہ رہے تو لوگ جاہلوں کو سردار اور پیشوا بنا لیتے ہیں جو علم کے بغیر فتوے دیتے ہیں، اس طرح خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور مخلوق کو بھی گمراہ کرڈالتے ہیں''۔

(بخاری رقم الحدیث 7307، مسلم رقم الحدیث 2673، ترمذی رقم الحدیث 2652)

......کون سا علم سب سے پہلے اٹھے گا......

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس روایت کی تصدیق کی اور فرمایا: ''تم جانتے ہو علم کے اٹھ جانے کا مطلب کیا ہے؟ علم کا اٹھ جانا، اہلِ علم کا فوت ہوجانا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کون سا علم سب سے پہلے اٹھے گا؟ وہ علم، خشوع ہے، حتیٰ کہ کسی آدمی میں خشوع نہ پاؤ گے''۔

(سنن کبری للنسائی ج3 ص456 مسند احمد بن حنبل ج6 ص26.27)

افسوس کہ آج کل خشوع کم ہوتا جارہا ہے۔ یہ تو نہیں کہ خشوع ختم ہوگیا، ابھی بھی ایسے علماء موجود ہیں جو خشوع وخضوع، عاجزی وانکساری، خوف وخشیت، تقوی وطہارت، زہد وورع، ملنساری واخلاق کے پیکر ہیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان اوصاف سے خالی یا ان کی کمی کے شکار حضرات کی تعداد زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

......عالم کی موت کا نقصان......

حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہا کرتے تھے: ''عالم کی موت سے اسلام میں ایسا شگاف پڑ جاتا ہے کہ گردشِ لیل ونہار بھی اسے پُر نہیں کر سکتی''۔

(دارمی ج1 ص101 ،شعب الایمان للبیہقی ج2 ص268)

.....مخلوق کے برباد ہونے کا سبب......

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا، قیامت کے آنے اور مخلوق کے برباد ہو جانے کا نشان کیا ہے؟ جواب دیا ''علماء کا اٹھ جانا''۔

(دارمی ج1 ص90 ابن ابی شیبہ ج7 ص458))

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسرت سے فرمایا کرتے تھے: ''یہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ تمہارے علماء اٹھتے جاتے ہیں اور تمہارے جہلاء علم حاصل نہیں کرتے ،لوگو! علم حاصل کر لو اس سے پہلے کہ وہ اٹھا لیا جائے علم کا اٹھ جانا اہل علم کا مٹ جانا ہے، یہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ تم اس چیز کے پیچھے پڑے ہو جو تمہیں ضرور ملے گی (یعنی رزق) اور اس چیز سے بے فکر ہو جس کی تحصیل تم پر واجب ہے (یعنی علم)۔''

(المدخل للبیہقی برقم 858 ص453)

......اچھے عالم کی تعریف......

بعض لوگوں کی حالت یہ ہے کہ اگر زندگی میں کبھی کسی عالم کی خطا دیکھ لیں تو ساری زندگی اس سے بدظن رہتے ہیں اور اس کے پاس جانا گوارہ نہیں کرتے اور بعض کی حالت یہ ہے کہ اگر زندگی میں کسی ایک عالم کی خطا دیکھ لیں تو ساری زندگی علماء

کے دشمن اوران سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل انتہائی نامناسب ہے کیونکہ عالم بھی ایک انسان ہی ہے اور انسان سے خطائیں ہوتی ہیں۔ اگر آدمی اس طرح کسی کی خطا کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے اس سے یا اس کی فیلڈ سے دور ہو جائے تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔

لہٰذا اگر کبھی کسی عالم کی خطا دیکھیں تو اس کی پردہ پوشی کریں اور اپنے ذہن میں اس کی کوئی اچھی تاویل تلاش کریں اور اس سے فائدہ اٹھانے سے روگردانی نہ کریں۔ کسی کامل واکمل کے علاوہ کسی کو کچھ نہ سمجھنے کا نظریہ ہی غلط ہے۔

سب سے مناسب راستہ یہ ہے کہ اگر کوئی بالکل ہی خراب عالم ملے کہ اس کی صحبت بدعملی کی طرف لیجانے والی ہو اور وہ دینی معاملات میں بے پرواہ ہو تو اس سے بچیں اور جس میں اچھی باتیں غلط باتوں سے زیادہ ہوں اس کی اچھائیوں کی طرف نظر کرتے ہوئے اس سے فائدہ حاصل کریں کہ اس کو چھوڑ دینا اپنے آپ کو بالکل محروم کردینے کے مترادف ہے۔

اسی بات کو سمجھاتے ہوئے حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''کوئی عالم، کوئی شریف، کوئی نیک آدمی ایسا نہیں جس میں عیب نہ ہو لیکن جس کی خوبیاں، برائیوں سے زیادہ ہوں وہ اچھا ہے اور جس کی برائیاں اچھائیوں سے زیادہ ہوں وہ برا ہے۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ ج2 ص103 دار ابن حزم)

......علم کے ساتھ بردباری و عاجزی......

علم کے آداب میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ صاحبِ علم عاجزی وانکساری کی راہ اختیار کرے۔ اپنے علم پر ناز کرنا اور اپنے جیسا کسی کو نہ سمجھنا تکبر کی علامات میں سے ہے۔ علمِ نافع کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ جس قدر علم بڑھتا جائے اس قدر عاجزی وانکساری اور عمل بڑھتا جائے، اور علم کے نفع بخش نہ ہونے کی علامات میں سے یہ ہے کہ جس قدر علم میں اضافہ ہوتا جائے اس قدر عمل میں کوتاہی آتی جائے۔

لہٰذا حصولِ علم کے دوران اس بات پر نظر رکھنی چاہیے کہ میرا علم میرے عمل میں اضافے کا باعث بن رہا ہے یا کمی کا؟ نیز جس قدر علم بڑھتا جائے اسی قدر عاجزی میں اضافہ ہونا چاہیے اور عاجزی کے فوائد انشاء اللہ عزوجل صاحبِ علم اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ حدیثِ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے:

من تواضع لله رفعه الله

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرماتا ہے۔''

لہٰذا عاجزی وانکساری اور حلم و بردباری کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیے۔ انشاء اللہ عزوجل علم کی برکتیں نصیب ہوں گی۔ لیکن اس کے ساتھ یہ چیز بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ایسی تواضع نہ ہو کہ جس میں اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرنا پڑے یعنی عاجزی ضرور ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ عالمانہ وقار کا خیال بھی رکھا جائے۔ نیز عاجزی میں

اس بات کا خیال رکھا جائے کہ دولت مندوں کے سامنے عاجزی کی بجائے باوقار انداز کو ترجیح دے کہ مالداروں کے سامنے عاجزی حقیقتاً ان کی نظر میں اپنے آپ کو گرانے والی بات ہوتی ہے، نیز دیکھنے والے ایسے شخص کو دین فروش اور چاپلوس سمجھیں گے اور یہ بات علماء کی شان کے خلاف ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''علم طلب کرو اور علم کے ساتھ بردباری اور سنت بھی طلب کرو اور جن سے تم علم حاصل کرتے ہو اور جو تم سے علم حاصل کرتے ہیں ان کے ساتھ عاجزی اور نرمی اختیار کرو اور جابر علماء کی طرح نہ ہو جاؤ کہ تمہارے علم پر تمہاری جہالت غالب آجائے۔''

......اللہ عزوجل کے نزدیک پسندیدہ عالم......

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں: ''بے شک اللہ تعالیٰ تواضع (عاجزی) کرنے والے عالم کو پسند فرماتا ہے اور سختی کرنے والے عالم کو ناپسند فرماتا ہے اور جس نے اللہ عزوجل کے لیے عاجزی اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کو حکمت کا وارث بنادے گا۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 113)

......عالم کی گفتگو......

عالم کو چاہیے کہ اس کی گفتگو میں نرمی ہو کیونکہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد مسائل پوچھنے کے لئے اس کی طرف رجوع کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فطرت یہ بنائی ہے کہ نرمی کرنے والے کے پاس جاتے ہیں اور سختی کرنے والے سے بھاگتے ہیں۔

نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جن کی ذاتِ گرامی کو اللہ تعالیٰ نے حُسنِ اخلاق کا پیکر بنایا، جن کے افعالِ مبارکہ کو دیکھ دیکھ کر اخلاق کے اصول بنائے جاتے ہیں، انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک

ترجمہ: اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اگر آپ سخت مزاج اور تند خو ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے دور ہو جاتے۔''

جب محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس بات کی تاکید فرمائی گئی تو عام علماء کے لئے تو اس پر عمل کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں ہے:

''جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز میں سختی ہوتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے۔''

لہٰذا اہلِ علم حضرات کو خصوصاً اس معاملے میں توجہ دینی چاہیے۔ مشہور مقولہ ہے ''شہد کا ایک قطرہ ہزاروں مکھیوں کو جمع کر لیتا ہے جبکہ ایک من کڑوی چیز ایک مکھی کو بھی اپنے قریب نہیں کر سکتی ہے۔''

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''جس کی گفتگو میں نرمی پیدا ہو جائے اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں قرار پکڑ لیتی ہے۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2 ص 114)

......لوگوں کو علماء کی طرف مائل کرنا......

اساتذہ، علماء اور مقتداء و پیشوا کے لیے مستحب ہے کہ وہ علم کے اندر اپنے

اصحاب اور شاگردوں کے مراتب پر لوگوں کو خبردار کرتا رہے اور انکے فضائل ذکر کرے اور ان کی قدر و منزلت بیان کرے تاکہ لوگ پیش آمدہ مسائل کے بارے میں انکی طرف رجوع کر سکیں اور ان سے وہ علم حاصل کریں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وقتاً فوقتاً اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فضائل بیان کرتے رہتے تاکہ لوگ ان کی طرف رجوع کریں۔ چنانچہ احادیثِ مبارکہ کا مطالعہ کریں تو بیسیوں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سینکڑوں فضائل مختلف احادیث میں مل جائیں گے، خصوصاً ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فضائل بارہا بیان فرمائے۔

چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں نہیں جانتا کہ میں کتنا عرصہ تمہارے درمیان رہوں گا پس اقتداء کرو ان کی جو میرے بعد ہوں گے اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف اشارہ فرمایا۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 139)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میری امت کے اندر سب سے زیادہ نرم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اس امت میں دین کے اندر سب سے زیادہ پختہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اس امت میں حیاء میں سب سے زیادہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ علم فرائض (میراث) جاننے والے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور قرآء ت میں سب سے زیادہ علم جاننے والے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ حلال و حرام کو

جاننے والے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور بے شک ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 139)

......سائل کے لیے آداب......

فتویٰ پوچھنے والے کے آداب میں یہ بات ہے کہ مفتی کے جواب دینے پر یہ نہ کہے ''میں نے اسی طرح کہا تھا'' یا ''اسی طرح میرے سامنے پیش آیا تھا اور میں نے ایسا ہی جواب دیا'' (مراد یہ ہے کہ سائل کو سائل ہی رہنا چاہیے اپنی معلومات نہ جھاڑنا شروع کر دے) اور نہ ہی اس کو چاہیے کہ جب وہ مفتی سے سوال کرے تو اس سے یہ کہے، ''آپ کے اصحاب کیا کہتے ہیں'' یا ''آپ کو اس بارے میں کیا یاد ہے''۔ بلکہ یہ کہے، اے فقیہ: آپ کیا فرماتے ہیں یا آپ کے نزدیک یہ کیسا ہے یا آپ اس بارے میں کیا فتویٰ دیتے ہیں۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 180)

......علما کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا طریقہ......

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: ''جب تم کسی عالم کے پاس پہنچو تو پہلے خاص طور پر عالم کو، پھر دوسروں کو سلام کرو، عالم کے روبرو مؤدب بیٹھو، ہاتھوں سے اشارے نہ کرو، آنکھیں نہ مٹکاؤ، یہ نہ کہو کہ فلاں بات اس طرح نہیں، اس طرح فلاں شخص نے بیان کی ہے، عالم سے تکرار نہ کرو، سوالوں سے پریشان نہ کرو، کیونکہ عالم کی مثال اس نخل کی سی ہے جو خوشوں سے لدا پڑا ہے اور اپنے شیریں ثمر برابر دیتا رہے گا۔''

......مسئلہ پوچھنے کا وقت......

سائل کو چاہیے کہ فقیہ سے اس وقت سوال کرے جب سائل کی طبیعت بہتر ہو اور دل فارغ ہو اور سمجھ بھی کامل ہو اس لیے کہ جب وہ اس کے پاس نیند یا غم یا دل کی مشغولیت اور یا پھر بہت زیادہ خوشی میں یا پھر وہ غصہ سے بھرا ہو تو اس کا دل قبول نہیں کرے گا جو وہ فقیہ سے سنے گا (اور انہی باتوں کا فقیہ میں بھی خیال رکھے)۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 102)

......فتویٰ دینے کے لئے کن امور کا جاننا ضروری ہوتا ہے......

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''کسی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں فتوی دے مگر وہ جو کتاب اللہ کے ناسخ و منسوخ، اسکے محکم، اور متشابہ، اسکی تاویل اور اس کے نزول اور اسکے مکی و مدنی ہونے کو جاننے والا ہو اور ان کو بھی جاننے والا ہو جو ان سے مراد لی گئی ہوں اور اسکو بھی جس کے بارے میں وہ اترا ہے، پھر اسکے بعد حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ناسخ و منسوخ میں بصیرت رکھتا ہو، نیز لغت کے اندر اتنی بصیرت رکھتا ہو جتنی کی طرف قرآن اور علم کے اندر ضرورت پڑتی ہو اور اپنے کلام کو ضرورت کے وقت استعمال کرے اور اسکے بعد وہ اختلاف زمانہ کو جانتا ہو (کیونکہ زمانے کے بدلنے سے بعض احکام بدل جاتے ہیں) اور ان تمام چیزوں کے ساتھ اس میں خاص صلاحیت ہو۔ جب ایسا ہوگا تو اس کے لیے جائز ہوگا کہ وہ اسکے اندر کلام کرے اور حرام و حلال کے بارے میں فتویٰ دے اگر ایسا نہیں تو اسکے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ علم کے اندر بات کرے اور فتوی دے۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 157)

فی زمانہ مذکورہ بالا امور میں سے بعض باتوں کا جاننا ضروری نہیں کہ علماء کی تحقیقات کے بعد ان کی اتنی حاجت نہ رہی لیکن ان کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہیں جن کا جاننا فقیہ کے لئے ضروری ہے کیونکہ حالات کے بدلنے سے بہت سی باتیں بدل جاتی ہیں۔اس کی تفصیل وہ حضرات بخوبی سمجھتے ہیں جو کسی دارالافتاء میں بیٹھ کر فتویٰ نویسی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

......عالم کے لئے حکمت عملی......

عالم کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے حالات ونفسیات سے واقفیت رکھتا ہو اور لوگوں کا دلی طور پر خیر خواہ ہو، نہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اس طرح امید دلائے کہ لوگ عمل سے غافل و بے پرواہ ہوجائیں اور نہ ان کو اس قدر خوف دلائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوجائیں۔یونہی جہاں پر یہ دیکھے کہ فلاں مسئلے کا بیان کرنا لوگوں کو گناہ پر جری کردے گا یا دین میں سست ہوجائیں گے وہاں وہ مسئلہ بیان نہ کرے اور لوگوں کو رخصت کی بجائے عزیمت کی راہ پر چلائے۔دینی حمیت وغیرت دلائے اور گناہ کے کاموں میں ہرگز نرم رویہ اختیار نہ کرے بلکہ گناہوں کے بارے میں مسئلہ بتاتے ہوئے اس طرح کا انداز اختیار کرے جس سے سائل کے دل میں گناہ سے نفرت پیدا ہو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں فقیہ کے بارے میں نہ بتاؤں جو پورا فقیہ ہے وہ وہ ہے جو لوگوں کو نہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کرے اور نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں کوئی رخصت دے۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ،جلد2،صفحہ 160)

......علم دین سکھانے کے آداب......

کوئی بھی کام اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا ہے جب تک کرنے والے کو قلبی و ذہنی طور پر اطمینان حاصل نہ ہو۔ یہ اصول دین و دنیا کے ہر کام میں چلتا ہے عالم کے لئے بھی ضروری ہے کہ علم پڑھانے سے پہلے اپنے دل و دماغ کو حاضر رکھے اور بھوک اور دیگر حاجات کے اعتبار سے اپنے آپ کو فارغ کر لے تاکہ دلجمعی کے ساتھ پڑھا سکے۔

چنانچہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''جب فقیہ اپنے شاگردوں کی طرف جانے کا ارادہ کرے تاکہ ان کو سبق پڑھائے تو اسکو چاہیے کہ اپنے نکلنے سے پہلے اپنے حال کو دیکھے اگر وہ بھوکا ہو تو اتنا کھالے جو اس کی بھوک کو ٹھنڈا کر دے۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 114)

اس ادب کا استدلال اس حدیث سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب نماز کا وقت آجائے اور مرد بیت الخلاء جانے کا ارادہ رکھتا ہو تو پہلے بیت الخلاء جائے۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 120)

اس بات پر ہمارے اصحابِ اقتدار و اختیار اور صاحب ثروت حضرات غور فرمائیں کہ عالم و استاد کا ذہنی اطمینان و سکون صحیح طور پر علم حاصل کرنے اور پھیلانے کے لئے کس قدر ضروری ہے۔ عالم و استاد اگر معاشی اعتبار سے پریشان ہوگا تو بہت مشکل ہے کہ وہ صحیح طریقے سے اپنی صلاحیتیں استعمال کر سکے اور آج کل عموماً یہی ہوتا

ہے کہ دینی اور دنیاوی استاد کی تنخواہ اور کام میں تقابل کر لیں تو اس قدر فرق ہوتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔قلیل مشاہرے پر اس قدر مشقتوں کے باوجود علماء سے یہ توقع رکھنا کہ وہ آپ کو سو فیصد رزلٹ دیں یہ بہت مشکل ہے۔علماء کی خدمت ویسے ہی ثواب کا ذریعہ ہے، بلکہ ان کے لئے آسانی کے ذرائع مہیا کرنا ان کے ثواب میں شرکت کرنے کے مترادف ہے۔جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

''جس نے مجاہد کے لئے سامانِ جہاد مہیا کیا وہ بھی جہاد کرنے والے ہی کی طرح ہے۔''

ایسے ہی جس نے عالم کے لئے سامانِ علم مہیا کیا وہ بھی اس کے ثواب میں شریک ہے۔کاش کہ ایسا ہو جائے کہ ہمارے جید و فاضل علماء اپنی معاشی پریشانیوں سے بالکل فارغ ہو جائیں اور دلجمعی کے ساتھ دین کے ہر شعبے میں کام کرنے میں مصروف ہو جائیں۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ علماء کی خدمت میں یہی عرض ہے کہ وہ مالداروں سے امیدیں لگا کر نہ رکھیں۔ ہمارے بزرگانِ دین نے تنگی اور تنگدستی کے عالَم میں ہی علم حاصل کیا اور اسی حالت میں دین کی خدمت کی، تکلیفیں اٹھائیں لیکن دین کے کام سے کبھی بھی قدم پیچھے نہ ہٹایا۔

......علماء کی ضروریات کو پورا کرنا......

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ''حاکمِ اسلام پر یہ بات لازم ہے کہ جس (مردمجاہد) نے اپنے آپ کو علم دین کا درس دینے اور احکامِ دینیہ میں فتویٰ دینے کے لیے لگا رکھا ہے، اس کے لئے اتنا مال مقرر کر دے جو اس کو کام کاج کرنے سے

مستغنی کر دے اور یہ مال مسلمانوں کے بیت المال سے دے اور اگر وہاں بیت المال نہ ہو اور امام مفتی کے لیے کچھ بھی مقرر نہ کرے تو اس شہر کے مالدار احباب اس پر اتفاق کرلیں کہ اس کے لیے مال سے حصہ مقرر کریں تا کہ وہ لوگوں کو فتویٰ دینے اور مسائل کے حل کے لیے فراغت پائے۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 164)

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (شہر) حمص کے گورنر کی طرف یہ پیغام لکھا تم ان لوگوں کا خیال رکھو جنہوں نے اپنے آپ کو فقہ کے لیے وقف کر دیا ہے اور طلبِ دنیا سے منہ پھیر کر اپنے آپ کو مسجد کے اندر مقید کرلیا ہے تو ان میں سے ہر شخص کو سو دینار دو تا کہ وہ اس کے ساتھ اپنے کام پر مدد حاصل کرے (یعنی اپنا کام دلجمعی سے کر سکے)۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 164)

مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ علماء کی خدمت اور ان کی ضروریات کا پورا کرنا حکومت وقت پر لازم ہے اور اگر حکومت وقت اپنی اس ذمہ داری سے غافل ہو تو مسلمانوں میں جو صاحبِ حیثیت لوگ ہوں ان پر علماء کی خدمت کرنا لازم ہے۔ لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ حکمران علماء کی خدمت تو کیا کریں گے ان سے بغض و عناد رکھنے اور میڈیا کے ذریعے لوگوں کو ان سے متنفر کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور صاحبِ حیثیت اور صاحبِ استطاعت لوگوں کی حالت بھی کچھ خوشگوار نہیں ہے۔ علماء کو گھٹیا سمجھنا، ان کو اپنے دروازوں پر کھڑے رکھنا، ان کو کچھ دینا ہو تو اپنے گھروں پر بلا کر دینا، گھنٹوں ان سے انتظار کروانا، دینے کے بعد احسان جتانا، جگہ جگہ ان کی

برائیاں کرنا وغیرہ نجانے کتنی ہی ایسی باتیں ہیں جو عام ہیں۔اور ایسی ہی وجوہات ہیں جن کی وجہ لوگ علمِ دین سیکھنے سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ جب لوگ دیکھتے ہیں کہ علماء معاشی اعتبار سے پریشان رہتے ہیں، دردر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں،کوئی مستقل ذریعہ روزگار نہیں ہے تو وہ اپنی اولاد کو دین نہیں پڑھاتے۔

کاش کہ ہمارے ارباب اقتدار و صاحبِ ثروت حضرات اس دردناک صورت حال پر نظر کریں اور خوفِ خدا کرتے ہوئے ایسا طرزِ عمل اختیار کریں کہ مسلمان ذوق شوق سے علم دین حاصل کریں۔اس طرح کے معاملے سے متعلق میں نے اپنی کتاب ''**وقف کے شرعی مسائل**'' میں ایک سوال جواب قائم کیا ہے جسے موقع کی مناسبت سے یہاں ذکر کر رہا ہوں۔

سوال: ہمارے ہاں دو صورتیں درپیش ہیں: (ا) ہمارے ہاں ایک مسجد کا امام بہت نیک پرہیزگار اور ملنسار ہے اور اس کی وجہ سے مسجد میں نمازیوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے اور مسجد کی آمدنی بھی پہلے سے زیادہ ہوگئی ہے،امام صاحب کی تنخواہ بھی مناسب ہے۔لیکن اب انہوں نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ مہنگائی کی زیادتی کی وجہ سے میرے اخراجات پورے نہیں ہو رہے ہے،لہٰذا میری تنخواہ میں اضافہ کیا جائے۔(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ہمارے مدرسے میں ایک مدرس ہیں جن کی علمیت ہر ایک کو مسلم ہے اور مدرسے کے طلبہ بھی اس سے بہت زیادہ مانوس ہیں۔اور مدرسے کے دیگر بہت سے امور اسی کے مشورے اور رائے سے حل کیے جاتے ہیں۔ مدرس صاحب کی تنخواہ بھی اچھی خاصی ہے لیکن ان کا مطالبہ ہے کہ مہنگائی میں اضافے کی وجہ

اخراجات پورا کرنے میں مجھے بہت مشقت اٹھانی پڑتی ہے، لہٰذا میری تنخواہ میں اضافہ کیا جائے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ مذکورہ امام اور مدرس کا تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟ نیز شرعی اعتبار سے ان کی تنخواہ میں اضافہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر اس مدرس کو دیکھتے ہوئے دوسرے مدرسین بھی تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کر دیں تو ان کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے یا نہیں؟

جواب:

دونوں صورتوں کا جواب یہ کہ اگر واقعتاً امام و مدرس کی تنخواہ ان کے اخراجات کے لئے کافی نہیں تو ان کا تنخواہوں میں اضافے کا مطالبہ کرنا بالکل جائز و حق ہے بلکہ یہ ایک فطری چیز ہے۔ ہر شخص اپنے حالات پر غور کر لے کہ اگر اس کی آمدنی و تنخواہ اس کو کافی نہ ہو اور وہ تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ بھی نہ کرے تو کیا کرے؟ یہی کر سکتا ہے کہ اچھا کھانا نہ کھائے، گندے میلے پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور بیوی بچوں کو بھی اسی حالت میں رکھے، گھر آنے والوں مہمانوں کو نہ کھلائے نہ پلائے، نہ ہی کسی شادی غمی کی دعوت میں شرکت کرے، نہ کبھی بھول کر بچوں کو کچھ اچھا کھلا سکے نہ پہنا سکے۔ کیا ایسا امام یا مدرس لوگوں کے لئے قابلِ تقلید ہوگا۔ اور کیا وہ خود اپنی اولاد کو اس راہ پر لگائے گا۔ ظاہر یہی ہے کہ وہ اپنی اولاد اور رشتے داروں کو اس شعبے میں نہیں لائے گا اور اس کے ذمے دار وہی افراد ہوں گے جو اس کو اس حال تک لے آئے۔ لہٰذا اگر امام یا مدرس واقعی حاجت مند ہوں تو ان کی ضرورت معلوم کر کے بقدر ضرورت ان کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا جائے جو ان کو کافی ہو جائے۔ بلکہ اگر دوسرا امام مل رہا ہو لیکن

مذکورہ امام زیادہ پرہیز گار ہے یا مدرس والی صورت میں دوسرا مدرس مل رہا ہو لیکن پہلا مدرس زیادہ پرہیز گار یا زیادہ قابل ہے تو بھی انکی تنخواہ میں اضافہ کردیا جائے۔اور فی زمانہ جو مدارس کے مہتمم حضرات اور مسجدوں کی انتظامیہ نے یہ طریقہ نکالا ہوا ہے کہ امام یا مدرس کو اگرچہ بیس سال ہو چکے ہوں اگر وہ بیچارے تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کر بیٹھیں تو کھڑے پاؤں اسے فارغ کر کے کسی نئے آدمی کو تختۂ مشق بنانے کے لئے منتخب فرمالیں گے۔ایسی انتظامیہ کی خدمت میں عرض ہے کہ خدارا ایسا طرز عمل ہرگز نہ اپنائیں کہ لوگ دین سے باغی ہو جائیں۔اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تنخواہوں میں اضافے کے حوالے سے صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:''وقف سے امام کی جو کچھ تنخواہ مقرر ہے اگر وہ ناکافی ہے تو قاضی اُس میں اضافہ کرسکتا ہے اور اگر اتنی تنخواہ پر دوسرا امام مل رہا ہے مگر یہ امام عالم پرہیز گار ہے اُس سے بہتر ہے جب بھی اضافہ جائز ہے اور اگر ایک امام کی تنخواہ میں اضافہ ہوا اسکے بعد دوسرا امام مقرر ہوا تو اگر امام اول کی تنخواہ کا اضافہ اُسکی ذاتی بزرگی کی وجہ سے تھا جو دوسرے میں نہیں تو دوسرے کے لئے اضافہ جائز نہیں اور اگر وہ اضافہ کسی بزرگی وفضیلت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ضرورت وحاجت کی وجہ سے تھا تو دوسرے کے لئے بھی تنخواہ میں وہی اضافہ ہوگا، یہی حکم دوسرے وظیفہ پانے والوں کا بھی ہے کہ ضرورت کی وجہ سے اُنکی تنخواہوں میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہ صرف امام ومؤذن کے لئے یہ حکم ارشاد فرمایا بلکہ چوکیدار تک کے لئے یہ ارشاد فرمایا:

''پھر جو ماہوار مقرر ہوا اگر اس کے صدق سعی وحسن خدمت کے لحاظ سے بقدر اجر مثل کے نہیں تو ضرور اجر مثل کی تکمیل کر دی جائے گی، اور اگر واقعی اجر مثل بھی اس کے واجبی صرف کو کفایت نہ کرے تو وقف کی فاضلات سے تا حد کفایت ماہوار میں اضافہ بھی ممکن، مگر نہ یوں کہ بطور خود کہ خود ہی مدعی اور خود ہی حاکم ہونا ٹھیک نہیں، بلکہ وہاں کے افقہ اہل بلد عالم سنی دیندار کی طرف رجوع کرے یا متعدد معزز متدین ذی رائے مسلمانان شہر کے سپرد کر دے۔ وہ بعد تحقیقات کامل اجر مثل تک حکم دیں یا بشرط صدق حاجت وعدم کفایت تا قدر کفایت اضافہ کریں۔''

(فتاوی رضویہ، ج16، ص216)

ردالمحتار میں ہے:

'' الظاهر انه يلحق به كل من في قطعه ضرر اذا كان المعين لا يكفيه كالناظر والموذن ومدرس المدرسة والبواب ونحوهم اذا لم يعلموا بدون الزيادة، يويده ما في البزازية اذا كان الامام والموذن لايستقر لقلة المرسوم للحاكم الدين ان يصرف اليه من فاضل وقف المصالح والعمارة باستصواب اهل الصلاح من اهل المحلة لو اتحد الواقف والجهة''

ترجمہ: ظاہر ہے کہ جس کو معزول کرنے میں نقصان ہو کہ مقررہ اس کو کفایت نہ کرتا ہو تو اس کے معاملہ کو بھی اس سے لاحق کیا جائے گا، مثلاً نگران، موذن، مدرس چوکیدار وغیرہ حضرات جب یہ لوگ وظیفہ زائد کئے بغیر کام نہ کریں، اس کی تائید بزازیہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ جب امام اور موذن وظیفہ کی قلت کی وجہ

سے استقرار نہ کریں تو حاکم کو محلّہ کے اہل لوگوں کے مشورہ سے وقف کے مصالح اور عمارت سے فاضل آمدنی میں سے ان کے لیے صرف کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ فاضل آمدنی والے اوقاف کا واقف اور ان کی جہت ایک ہو۔''

(ردالمحتار، کتاب الوقف)(فتاوی رضویہ، ج١٦، ص٢١٧)

......وہ چار چیزیں جن سے پناہ طلب کی جائے......

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

''اے اللہ: میں تجھ سے چار چیزوں سے پناہ چاہتا ہوں، ایسے علم سے جس سے نفع نہ حاصل کیا جائے اور ایسے دل سے جس میں خوف خدا نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو سنی نہ جائے۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 88)

......علم کو سیکھنے کا مقصد کیا ہونا چاہیے......

علم سیکھنے کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہو اور اس کے ساتھ لوگوں کو خوش کرنے، مال کمانے، دوسروں کا مقابلہ کرنے کی نیت ہرگز نہیں ہونی چاہیے لہٰذا علم کے ساتھ علم کی نورانیت وروحانیت بھی حاصل ہونی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے علم کا بے جا استعمال نہ کرے نہ تو علم کے ذریعے دیگر علماء سے مقابلے بازیاں کرے اور نہ جاہلوں سے جھگڑا کرے اور نہ علم کو حصولِ دنیا کا ذریعہ بنائے۔

بعض لوگوں کو دیکھا کہ کچھ علم پڑھ لیا تو دوسروں سے مقابلہ کرنا شروع کر دیتے

ہیں۔مثلاً جوفقہ کا ماہر ہے وہ منطق وفلسفہ کے ماہر کو جاہل سمجھتا ہے اور جو منطق وفلسفہ کا ماہر ہے وہ خود کو ویسے ہی ہواؤں میں سمجھتا ہے بلکہ اپنے اوپر فخر وغرور کے علاوہ بعض اوقات استادوں کے درمیان مقابلہ بازی شروع ہو جاتی ہے، مثلاً میرے استاد اتنے بڑے عالم ہیں تمہارے استاد کیا ہیں؟ یہ سب باتیں اہلِ علم حضرات اچھی طرح سمجھتے ہیں۔اسی طرح علم کی نورانیت میں سے یہ بھی ہے کہ جاہلوں سے جھگڑا نہ کرے۔اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کسی جاہل سے دلائل کے ساتھ کسی مسئلہ پر بحث کرنا شروع کردے۔یہ سراسر حماقت ہے کہ جب جاہل نے وہ علم پڑھا ہی نہیں تو آپ کی بات سمجھے گا ہی نہیں اور آپ بلاوجہ زور بیان صرف کرنے میں لگے رہیں گے اور جاہلوں سے جھگڑے کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی غیر عالم نے اگر کوئی بات بتادی تو درست ہونے کے باوجود تسلیم نہ کی جائے بلکہ بحث ومباحثہ شروع کردیا جائے۔

یوں ہی علم کے آداب بلکہ واجبات میں سے یہ ہے کہ علم کو طلبِ دنیا کا ذریعہ نہ بنائے اور نہ ہی اس کے ذریعے لوگوں کو اکٹھا کرنے کا شوق پالے۔ایسوں کے لئے حدیث میں سخت وعید ہے۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''علم کو اس لیے حاصل نہ کرو کہ علماء کے سامنے تعلیاں کرو (ان کے سامنے فخر کرو) اور نہ ہی اس لیے کہ اس علم کے ساتھ جاہلوں سے جھگڑا کرو اور نہ ہی اس لیے کہ اس کے ساتھ محفلوں کو اپنی طرف کھینچ لو۔جس نے ایسا کیا تو یہ فعل اس کے لئے آگ ہے۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 88)

......علمِ دین سیکھنے کا مقصد......

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"علم اس لئے حاصل نہ کرو کہ اس سے علماء کا مقابلہ کرو اور جاہلوں سے جھگڑا کرو اور لوگوں کے منہ اپنی طرف پھیرو تو جس نے ایسا کیا پس وہ آگ میں ہے لیکن تم علم سیکھو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے اور آخرت کے لیے۔"

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 88)

......جنت کی خوشبو سے محروم......

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من تعلما علمایبتغی به وجه الله لا یتعلمه الالیصیب به عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامة یعنی ریحها"

رواه احمد وابوداؤد وابن ماجه

ترجمہ: جو اپنا علم حاصل کرے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاتی ہے اور وہ اس علم کو نہیں سیکھتا مگر اس لیے کہ وہ دنیا کا مال حاصل کرے پس وہ بندہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔"

(مشکوۃ ص 35)

مذکورہ بالا صفحات میں جو حُسنِ نیت کے بارے میں بیان کیا گیا ہے اس کو دیکھنا، پرکھنا خود اس شخص کا کام ہے جو علم کے حصول میں مشغول ہے یا علم حاصل کر چکا ہے۔ دوسروں کو اور خصوصاً عوام کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی معین مسلمان پر خصوصاً طالبِ علم پر اور خصوصاً عالم پر بدگمانی کریں۔ایسی بدگمانی حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت زیادہ گمانوں سے بچو بیشک بعض گمان گناہ بھی ہوتے ہیں۔''

(پ26، الحجرات 12)

بدگمانی کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث

لوگوں پر بدگمانی کرنے سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔

(بخاری، جلد ا ص 384، فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 133، 134)

......علم حاصل کرنے کی عمر......

علم حاصل کرنے کی بہترین عمر جوانی کی ہے کہ اس عمر میں محنت کرنے کی ہمت زیادہ ہوتی ہے، اعضاء مضبوط ہوتے ہیں، حافظہ اچھا ہوتا ہے اور مشکل باتیں اور علوم سمجھنا آسان ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ کسی نبی کو نہیں بھیجتا مگر اس حال میں کہ وہ جوان ہوتا ہے اور کسی کو جو علم دیا جاتا ہے اس کے لئے بہتر زمانہ یہ ہے کہ وہ جوان ہو۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 89)

......اچھی فقہ......

جوانی میں یادداشت اچھی ہونے اور دیگر خوبیوں کی بنا پر اس عمر کے علم کو بہت اچھا قرار دیا گیا ہے اور بڑھاپے میں یادداشت، قوتِ فہم کے کمزور ہونے کی وجہ سے اس عمر کے علم کو تشویشناک قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ فراء سے روایت ہے آپ نے فرمایا، ''سب سے اچھی فقہ (علم) وہ ہے جو آگے والی ہو اور سب سے بری فقہ وہ ہے جو پیچھے والی ہو'' فراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پیچھے والی سے مراد وہ فقہ (علم) ہے جو جوانی کے ختم ہونے کے بعد عمر کے آخری حصے میں ہو اور احمد بن یحی علیہ الرحمہ اور دیگر لوگوں نے کہا، آگے والی فقہ سے مراد وہ ہے جو تمہارے ذہن میں موجود ہو اور تم اس کو یاد کر لو اور پیچھے والی سے مراد وہ ہے جو تمہاری کتابوں کے اندر ہے اس حال میں کہ تم نے اسے حاصل نہ کیا۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 90)

علم کے حصول میں یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ کسی کا ذاتی علم وہ نہیں جو اس کی دسترس میں موجود کتابوں میں ہو بلکہ حقیقی علم وہ ہے جو آدمی کے دل و دماغ میں موجود ہو۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کتابوں کے ڈھیر جمع کرتے رہتے ہیں لیکن ان کو ہاتھ لگانے کی توفیق بھی نہیں ہوتی اور کتابوں پر گرد کی تہہ جم چکی ہوتی ہے۔ اس طرح ہزاروں کتابیں جمع کرنے سے بھی آدمی عالم نہیں بن سکتا۔ حقیقی عالم وہ ہے جس کے دل میں علم موجود ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے وہ اسے استعمال کرتا ہے۔

یونہی یہ بات بھی یادرکھنی چاہیے کہ علم کی کمی زیادتی کا عمر سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض علماء ایسے ہوتے ہیں جن کی عمر زیادہ ہوتی ہے لیکن علم کے میدان میں بہت سے کم عمروں سے کم ہوتے ہیں۔ اسی طرح علم کا معیار لباس اور ٹھاٹھ باٹھ بھی نہیں۔ بعض اچھے بھلے جبے، عمامے والے بعض سیدھے سادھے کچھ بھی نظر نہ آنے والے عالم سے علم کے میدان میں بہت پیچھے ہوتے ہیں۔

اسی طرح بعض دیہاتوں میں رہنے والے علماء علم میں شہر کے اکثر علماء پر فائق ہوتے ہیں۔ اس طرح بعض غیر معروف علماء علم میں مشہور و معروف علماء سے زائد ہوتے ہیں۔ لہٰذا عمر، لباس، شہرت اور اس طرح کی دیگر چیزوں سے علم کی پیمائش نہیں کرنا چاہیے۔ ان تمام چیزوں کا سب سے بہترین حل یہ ہے کہ آدمی عاجزی اختیار کرے اور ہمیشہ اپنے آپ کو دوسروں سے کم تر سمجھے، اپنے علم کو ناقص قرار دے اور مزید کے حصول کی کوشش میں لگا رہے۔

......طلب علم کے آداب......

علم حاصل کرنے والوں کو چاہیے کہ تمام زائد از ضرورت تعلقات منقطع کردے اور تمام مشغولیات کو چھوڑ دے کیونکہ لوگوں سے میل جول علم یاد کرنے سے روکنے والا اور علم کے درس کو کاٹ دینے والا ہے۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 92)

......علم کس سے حاصل کیا جائے؟......

طالب علم پر جس قدر اثر اس کے اساتذہ کا ہوتا ہے اس قدر شاید کسی اور کا نہیں

ہوتا۔ اکثر طلباء کی زندگی بالکل اسی رنگ میں ڈھل جاتی ہے جس طرح کی زندگی اور گفتگو ان کے استاد کی ہوتی ہے۔ اس لئے کسی جگہ علم حاصل کرنے سے پہلے اچھی طرح غور کر لینا چاہیے کہ استاد کیسا ہے؟ اور اس سے پڑھنے والے طلباء کی ذہنیت اور کردار کیا ہے؟ کیونکہ جو اثر پہلے طلباء نے لیا ہوگا بعد والے پر بھی وہی اثر ہوگا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ہدایت تو یہ ہے کہ کبھی بھی کسی صورت کسی بدمذہب گمراہ سے علم حاصل نہ کرے کہ بدمذہب کی عمومی صحبت سے بچنا بھی واجب ہے اور شاگردی میں رہنا تو بالکل ہی زہر قاتل ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین

ترجمہ: اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔''

اور حدیث پاک میں فرمایا گیا:

بدمذہبوں کے پاس نہ خود بیٹھو اور نہ ان کو اپنے پاس بیٹھنے دو۔ کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(مسلم شریف جلد اول صفحہ 10)

دوسرے نمبر پر طالب علم کو یہ چاہیے کہ کسی کی شاگردی سے پہلے یہ دیکھ لے کہ اس کے پاس پڑھنے والے دین سے بے پرواہ اور بے عمل، بزرگوں کے بے ادب تو نہیں بنتے یا یہ خود تو بزرگوں کا بے ادب تو نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات اس طرح ہوتا ہے کہ ایک شخص بزرگوں کا اس طرح تو بے ادب نہیں ہوتا کہ اس کو گمراہ کہا جائے لیکن بزرگوں کے معاملے میں سخت زبان اور سخت قلم استعمال کرنے والا ضرور ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسے کے پاس پڑھنے والے عموماً پکے بے ادب ثابت ہوتے ہیں۔

اسی طرح استاد کے بارے میں یہ بھی دیکھ لینا چاہیے کہ اس کے دل میں مسلک اہلسنت کا کس قدر درد ہے اس کا اندازہ اس کی گفتگو اور اس کے طلباء کی مسلک پر پختگی سے ہوسکتا ہے۔اس کی ضرورت یوں ہے کہ بعض اوقات استاد علم میں تو بہت قابل ہوتا ہے لیکن اس کے پاس پڑھنے والوں میں مسلکی پختگی اور دینی تصلب نہیں ہوتا بلکہ بعض تو ایسے بدنصیب ہوتے ہیں جن کے پاس پڑھنے والے سوائے مسلمانوں کی بے چارگی کا رونا رونے اور اہلسنت پر اعتراض کرنے کے اور کچھ نہیں کرتے۔

یونہی بعض ایسے ہوتے ہیں جن کے طلباء ہم چو ما دیگرے نیست اور انا ولا غیری کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں یعنی خود پسندی اور تکبر کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔تو اگر کسی سے پڑھنے کا انجام یہ ہے تو ایسے سے پڑھنے سے تو نہ پڑھنا بہتر ہے۔البتہ ایک بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اوپر بیان کردہ تمام چیزیں احتیاط کے زمرے میں ہیں یعنی اگر کسی میں کوئی نامناسب چیز دیکھے تو احتیاط کرتے ہوئے دور ہوجائے یہ نہیں کہ معین فرد پر بلا دلیل بدگمانی کرے کہ یہ حرام ہے، لہٰذا طالب علم کو چاہیے کہ ہر طرح کی چیز کا خیال رکھنے کے بعد اس میدان میں قدم رکھے۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں: ''طالب علم کو چاہیے کہ حصولِ علم کے لئے علماء میں سے اس عالم کی بارگاہ میں حاضر ہو جو دیانت میں مشہور ہو اور پردہ پوشی اور پاکدامنی میں معروف ہو۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ جلد ۲ ص96)

امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''بے شک یہ علم دین ہے تو دیکھو

کہ تم کس سے دین حاصل کر رہے ہو۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ،جلد2،صفحہ 96)

......طلبِ علم کا طریقہ......

علم حاصل کرنے والے کو چاہیے کہ جب وہ فقہ سیکھنے کے لیے فقہ کی مجلس میں آئے تو وہ فقیہ کے قریب بیٹھے اس طرح کہ اس عالم دین کی کوئی بات اس پر چھپی ہوئی نہ رہے جو وہ بیان کرے اور اس کے پاس خاموش رہے اور اس کے کلام کی طرف پوری توجہ دے۔ ابو عمرو بن علاء فرماتے ہیں علم کا اول درجہ خاموش رہنا ہے، دوسرا اچھا سوال کرنا ہے، تیسرا اچھی طرح سننا ہے چوتھا اچھی طرح یاد کرنا ہے پانچواں علم کے اہل تک اس کا پہنچانا ہے۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ،جلد2،صفحہ 100)

ابو عمرو بن علاء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا قول ایک طالبِ علم کے لئے بہترین مشعل راہ ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اچھے طریقے سے علم حاصل کرنے اور اس کو عرصہ تک یاد رکھنے کے لئے یہی طریقہ ہے کہ علم کے لوازمات وضروریات میں سے کسی چیز کی کمی نہ ہو۔ بعض بزرگوں نے علم کی پختگی کے لئے تین چیزوں کو بمنزلہ ارکان کے قرار دیا ہے۔ (1) اچھا استاد (2) محنتی طالب علم (3) محنتی اور تعاون کرنے والا ہم جماعت۔ اگر کسی کو اچھا استاد مل جائے اور اسکے ساتھ ایسا ہم جماعت مل جائے جو محنت کرنے والا اور تعاون کرنے والا ہو تو علم میں پختگی حاصل کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

......سبق یاد کرنے اور یاد رکھنے کا آسان طریقہ......

سبق یاد کرنے اور یاد رکھنے کا ایک آسان طریقہ ابتدائی اور متوسط طلباء کے فائدے کے لئے عرض کرتا ہوں:

جو سبق کلاس میں پڑھنا ہو اس کو اچھی طرح دیکھ لیں جیسے عربی عبارت ہے تو اس کو صرف ونحو کے اعتبار سے دیکھ کر بالکل درست کرلیں۔ اس طریقے سے عبارت بھی درست ہو جائے گی اور صرف ونحو کی دہرائی بھی ہو جائے گی۔ عبارت تیار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ اس عبارت کو بغیر دقتِ نظری کے پڑھ لیں۔ دوسری مرتبہ اس عبارت کو صرف ونحو کے اعتبار سے غور کرتے ہوئے پڑھیں اور تیسری مرتبہ اس عبارت کے ترجمے پر غور کرتے ہوئے پڑھ لیں۔

یوں آپ کی عبارت کے دو حصے ہو جائیں گے ایک وہ حصہ جو آپ نے کافی حد تک سمجھ لیا اور ایک وہ حصہ جو آپ کو بالکل سمجھ نہیں آیا۔ اس طرح کی تقسیم کے بعد اگلے دن آپ کو سمجھنے میں بہت آسانی رہے گی کیونکہ خود بخود آپ کی اس عبارت طرف زیادہ توجہ ہوگی جو آپ کو بالکل سمجھ نہیں آئی۔ پھر جب سبق پڑھنے کے لئے بیٹھیں تو استاد کی باتیں مکمل توجہ کے ساتھ سنیں اور جو کچھ سنیں اسے ذہن نشین کرتے جائیں۔ کوشش کر کے وہاں بیٹھیں جہاں استاد کی آواز بآسانی پہنچ جائے تاکہ سبق سمجھنے میں کسی قسم کی دقت نہ ہو۔ جب استاد سبق پڑھا رہا ہو تو موقع محل کی مناسبت سے ان مقامات کے بارے میں سوالات بھی کرتے جائیں جہاں پر کسی قسم کا اشکال ہو۔

جب سبق ختم ہو جائے تو فوراً وہیں پر بیٹھے بیٹھے ایک مرتبہ سبق دہرا لیں کہ اس

وقت سبق تازہ تازہ ذہن میں موجود ہوتا ہے۔ جب بعد میں سبق کی دہرائی کرنے لگیں تو تنہا پڑھنے کی بجائے دوسروں کے ساتھ مل کر دہرائی کریں اس میں کئی اعتبار سے فائدہ ہوگا اور کم از کم ایک مرتبہ ہم جماعتوں کے ساتھ تکرار کرنے کے بعد مکمل سبق چار پانچ مرتبہ دہرالیں۔ اوراس کے بعد وقتاً فوقتاً یا روزانہ کچھ وقت مقرر کر کے گزشتہ دنوں کے اسباق دہراتے رہیں۔ پچھلے سبقوں کی دہرائی انتہائی مفید ہوتی ہے۔ اس طریقے سے اگر کوئی شخص درس نظامی کی کتابیں پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ درسی کتابوں میں کبھی پریشانی نہیں اٹھائے گا۔

......علم حاصل کرنے میں اصل استقامت ہے......

علم حاصل کرنے بلکہ دنیا و آخرت کے ہر کام میں کامیابی حاصل کرنے میں استقامت کو بہت دخل ہے۔ علم تھوڑا حاصل کیا جائے یا زیادہ جب تک اس میں استقامت نہ ہوگی تب تک کچھ بھی ہاتھ میں آنا مشکل ہے۔

علم کے حصول میں اس طرح کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ بآسانی دیرپا علم حاصل ہو جائے۔ یہ نہ ہو کہ ایک دن تو دس گھنٹے پڑھ لیا اور دوسرے دن ہاتھ بھی نہ لگائے، یونہی اس طرح بھی نہ کرے کہ ایک دن تو پوری کتاب پڑھ لی اور دوسرے دن ایک صفحہ بھی نہ دیکھیں، تھوڑا تھوڑا کر کے علم حاصل کریں گے تو نہایت مفید رہے گا۔

چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے انھوں نے کہا، آپ کس لیے آئے ہیں؟ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ''فقہ حاصل کرنے''۔ حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، دن میں

تین مسئلے سیکھو اور اس سے زیادہ بالکل نہیں، یہاں تک کہ تجھے علم مل جائے۔ چنانچہ آپ نے علم حاصل کرنا شروع کیا اور حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ کو لازم پکڑ لیا یہاں تک کہ آپ فقیہ بن گئے اور لوگ آپ کی طرف انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرتے تھے (اس واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے) مبتدی طالبِ علم کو چاہیے کہ علم کے حاصل کرنے میں استقامت اختیار کرے اور زیادتی نہ کرے بلکہ تھوڑا تھوڑا علم حاصل کرے جتنا وہ یاد کر سکے اور جو اس کی سمجھ کے زیادہ قریب ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وقال الذين كفروا لولا نزل عليه القرآن جملة واحدة كذلك لنثبت به فؤادك ورتلناه ترتيلا "

ترجمہ: اور کافر بولے، قرآن ان پر ایک ساتھ کیوں نہ اتار دیا، ہم نے یونہی اسے بتدریج اتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔"
(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 100)

......علم حاصل کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا......

امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''جان لو کہ دل اعضاء میں سے ایسا عضو ہے جو بہت سی چیزوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہے (یعنی بہت سی چیزوں کو یاد رکھ سکتا ہے) اور کچھ چیزوں کے اٹھانے سے عاجز ہوتا ہے جیسے بعض جسم کہ بعض لوگ کئی من وزن اٹھا سکتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کہ اس سے آدھا وزن اٹھانے سے عاجز ہو جاتے ہیں اور انہی جسموں میں سے بعض ایسے ہوتے

ہیں جو کہ کئی میل ایک دن میں پیدل چلتے ہیں اور تھکتے نہیں اور ان میں سے بعض جسم ایسے ہوتے ہیں جو کچھ میل چلتے ہیں اور اس میں بھی وہ بہت تکلیف محسوس کرتے ہیں اور اسی طرح ان جسموں میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو بہت زیادہ کھانا کھا جاتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو اس سے آدھے بلکہ اس سے بھی کم میں سیر ہو جاتے ہیں، ایسے ہی دل بھی ہے لوگوں میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو کہ ایک گھنٹے میں دس صفحات یاد کر لیتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو کئی دنوں میں آدھا صفحہ بھی یاد نہیں کر سکتے ،تو جب وہ بندہ جس کے یاد کرنے کی مقدار آدھا صفحہ ہے وہ آدھا صفحہ یاد کر لیتا ہے اور پھر وہ دوسرے شخص سے مشابہت کرنے کے لئے دس صفحے یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو افسردگی لاحق ہو جاتی ہے اور اس کو اکتاہٹ آ لیتی ہے تو جو اس نے یاد کیا ہوتا ہے وہ بھی بھول جاتا ہے اور جو اس نے سنا اس سے بھی اسکو نفع نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہر ایک اپنے نفس کے بارے میں اسی مقدار پر اکتفاء کرے تا کہ اس میں نشاط باقی رہے اور اسکی چستی میں کمی نہ آئے۔ روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز اور آپ کے روزوں کے بارے میں سوال کیا گیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مہینہ روزہ رکھا کرتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے تھے کہ اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی دن بھی روزہ نہ چھوڑیں گے اور کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم افطار فرماتے یعنی روزہ رکھنا ترک کر دیتے حتیٰ کہ ہم کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئندہ روزہ نہیں رکھیں گے اور اگر ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رات میں نماز میں دیکھنا چاہتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نماز میں دیکھتے اور اگر استراحت فرماتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو اسی

حالت میں دیکھ لیتے۔ بعض حکماء نے کہا کہ بے شک ان دلوں میں ایسا ہی ادھر ادھر بھاگنا پایا جاتا ہے جیسے وحشی جانوروں میں پایا جاتا ہے پس ان دلوں کو تعلیم میں اور جگانے میں میانہ روی اختیاری کرنے کے ساتھ مانوس کرو تاکہ ان دلوں کی فرماں برداری اچھی ہو جائے اور ان کی ترو تازگی برقرار رہے اور سائل کو نہیں چاہیے کہ وہ اپنے نفس کو ایسی چیزوں میں ڈال دے جو اسکی کوششوں کو کم کر دے اور جان لو کہ اگر ایک دن اپنی طاقت سے زیادہ سیکھا تو یہ اسے بالآخر نقصان دے گا۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 102)

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: ''چاہیے کہ اپنی جان کے لیے اتنی مقدار رکھے کہ جب اس کو پہنچ جائے تو رک جائے اور کچھ دن اس پر ٹھہرا رہے اور مزید سیکھنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ علم کا حصول ایک عمارت کی تعمیر کی طرح ہے۔ کیا نہیں دیکھا کہ جو شخص عمدہ عمارت بنانے کا ارادہ کرتا ہے وہ کچھ گز بناتا ہے پھر چھوڑ دیتا ہے یہاں تک کہ عمارت اپنی جگہ ٹھہر جاتی ہے پھر اس کے اوپر بناتا ہے اور اگر وہ ایک دن کے اندر ساری عمارت بنا دے تو وہ عمدہ عمارت نہیں بن سکے گی اور کسی بھی وقت منہدم ہو جائے گی اور اگر باقی بھی رہے تو مضبوط نہیں ہو گی۔ اسی طرح طالب علم کو چاہیے کہ اپنے نفس کے لیے ایک حد متعین کرے کہ جب وہ اسکو پہنچ جائے تو ٹھہر جائے یہاں تک کہ وہ یاد کیا ہوا علم اسکے دل میں قرار پکڑ جائے اور اس وقفہ میں اپنے نفس کو راحت پہنچائے پھر جب اپنی طبیعت میں چستی پائے تو سیکھنے آئے۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 108)

جب فقیہ اپنے شاگردوں کی طرف جانے کا ارادہ کرے تاکہ ان کو سبق

پڑھائے تو اسکو چاہیے کہ اپنے نکلنے سے پہلے اپنے حال کو دیکھے اگر وہ بھوکا ہو تو اتنا کھا لے جو اس کی بھوک کو ٹھنڈا کر دے۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 120)

اس ادب کا استدلال اس حدیث سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب نماز کا وقت آ جائے اور مرد بیت الخلاء جانے کا ارادہ رکھتا ہو تو پہلے بیت الخلاء جائے۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 120)

......استاد کی ضرورت......

حصولِ علم کے بنیادی ارکان میں سے اہم رکن استاد ہے۔ بغیر استاد کے اپنے مطالعے سے علم حاصل کرنے والا عام طور پر جگہ جگہ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ لہٰذا علم حاصل کرنے والے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ با قاعدہ علم حاصل کرے یا علماء کی صحبت میں بیٹھتا رہے تا کہ علم میں پختگی حاصل ہوتی رہے اور غلطیوں سے حفاظت کی صورت ہوتی رہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، مجددِ دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان جیسی جلیل القدر اور عظیم المرتبت، بے انتہا ذہین ہستی نے بھی تقریباً نو سال تک اپنے والدِ گرامی کی خدمت میں فتویٰ نویسی کی مشق کی۔

سلیمان بن ابو شیخ فرماتے ہیں مجھے بعض اہل کوفہ نے خبر دی کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ مسجد کے اندر ایک ایسا حلقہ ہے جو فقہ میں غور و فکر

کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا: ''کیا ان کا کوئی سردار بھی ہے؟ (یعنی کوئی سکھانے والا بھی ہے یا بغیر سکھانے والے کے غور وفکر کر رہے ہیں) تو انہوں نے کہا، نہیں۔ فرمایا، یہ کبھی بھی فقیہ نہیں بن سکتے۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 83)

......بچپن کا علم......

بچوں کو دین کی بنیادی باتیں اور ضروری مسائل سکھاتے رہنا چاہئے کہ اگرچہ مشکل علوم اور بحثیں تو ان کی سمجھ میں نہیں آئیں گی لیکن دین کی سیدھی سادھی اور عام فہم باتیں وہ بآسانی سمجھ لیں گے اور جب ایک مرتبہ بچپن میں یہ باتیں ان کے دل میں نقش ہو جائیں گی تو زندگی بھر کے لئے محفوظ ہو جائیں گی، کیونکہ بچپن کا علم زیادہ یاد رہتا ہے۔

اسی سے طلباء کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے کہ درسِ نظامی کے دوران جب کلاس میں استاد سے پڑھتے ہیں تو پوری توجہ کے ساتھ پڑھیں کہ اس وقت کا یاد کیا ہوا ہمیشہ یاد رہتا ہے اور اگر اس وقت لاپرواہی برتی جائے تو بعد میں شاید اس سے دس گنا زیادہ محنت کرنے سے بھی وہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''بچپن کا یاد کرنا پتھر میں نشان کی طرح ہے (یعنی بھولتا نہیں۔''

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد2، صفحہ 91)

ہشام بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ابا جان کہا کرتے تھے:

''ہم قوم کے بچے تھے اور آج ہم قوم کے بڑے ہیں اور تم آج چھوٹے ہو اور عنقریب

تم بھی بڑے ہو جاؤ گے اور تم علم حاصل کرو تا کہ تم اس کے ساتھ اپنی قوم کی سرداری کر سکو اس وقت جب وہ تمہاری طرف محتاج ہو۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ، جلد 2، صفحہ 90)

حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقولہ ہے: ''بچپن میں تحصیل علم، پتھر میں لکیر کی طرح ہے''۔

(المدخل للبیہقی، رقم الحدیث 640، ص 375)

علقمہ کہتے ہیں، میں نے کم عمری میں جو کچھ یاد کر لیا تھا، اس طرح محفوظ ہے گویا کتاب میں دیکھ رہا ہوں

(طبقات ابن سعد ج 6 ص 87، حلیہ لابی نعیم ج 2 ص 100.101)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لڑکوں اور بھتیجوں کو نصیحت کی: ''علم حاصل کرو کیونکہ گو آج تم قوم کے چھوٹے ہو مگر کل تم ہی قوم کے بڑے بننے والے ہو۔ جس نے یاد نہ کیا ہو لکھ کر یاد کر لے۔''

(دارمی، رقم الحدیث 511 ج 1 ص 140)

عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لڑکوں سے کہا کرتے تھے: '' آؤ مجھ سے علم حاصل کرو کیونکہ عنقریب تم قوم میں بڑے آدمی ہو گے۔ میں بھی پہلے چھوٹا تھا اور کوئی میری پرواہ نہ کرتا تھا، لیکن جب جوان ہوا تو لوگ دوڑ دوڑ کر آنے لگے اور مجھ سے فتوے لینے لگے۔ اس سے بڑھ کر عیب اور کیا ہو سکتا ہے کہ آدمی سے اس کے دین کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ جاہل نکلے۔''

(دارمی 552 رقم الحدیث ج 1 ص 148)

یوسف بن یعقوب بن الماجشون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ہم ابن شہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مسئلے پوچھا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ہم سے کہا: ''کم عمری کی وجہ سے اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستور تھا کہ جب کوئی مشکل معاملہ آپڑتا تو نوعمروں کو بلا کر مشورہ کرتے اور ان کی تیز عقلوں سے فائدہ اٹھاتے''۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج1 ص 172 دار ابن حزم)

......حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شوقِ علم......

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری وفات کے وقت میں کم سن تھا۔ اپنے ایک ہم عمر انصاری لڑکے سے میں نے کہا چلو اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے علم حاصل کر لیں، کیونکہ ابھی وہ بہت ہیں۔ انصاری نے جواب دیا، ابن عباس تم بھی عجیب آدمی ہو اتنے صحابیوں کی موجودگی میں لوگوں کو بھلا تمہاری کیا ضرورت پڑے گی! اس پر میں نے انصاری لڑکے کو چھوڑ دیا اور خود علم حاصل کرنے میں لگ گیا۔ بارہا ایسا ہوا کہ معلوم ہوتا فلاں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس فلاں حدیث ہے میں اس کے گھر دوڑا جاتا۔ اگر وہ قیلولے میں ہوتے تو میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر ان کے دروازے پر پڑا رہتا، اور گرم ہوا میرے چہرے کو جھلساتی رہتی۔ جب وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر آتے اور مجھے اس حال میں پاتے تو متاثر ہو کر کہتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بھتیجے آپ کیا چاہتے ہیں؟ میں کہتا، سنا ہے آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی فلاں

حدیث روایت کرتے ہیں، اسی کی طلب میں حاضر ہوا ہوں۔ وہ کہتے آپ نے کسی کو بھیج دیا ہوتا اور میں خود چلا آتا۔ میں جواب دیتا: نہیں، اس کام کے لئے خود مجھے ہی آنا چاہیے تھا۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ جب اصحابِ رسول اللہ گزر گئے تو وہی انصاری دیکھتا کہ لوگوں کو میری کیسی ضرورت ہے اور حسرت سے کہتا ''ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما! تم مجھ سے زیادہ عقل مند تھے۔''

(سنن دارمی رقم الحدیث 570 ج 1 ص 150)

......علم میں شرم نہیں......

علم حاصل کرنے میں ایک اور اہم چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ پوچھنے میں ہرگز نہ شرمائے۔ نہ تو اس بات میں شرمائے کہ میں عمر میں بڑا ہوں لہٰذا میں کیسے پوچھوں؟ اور نہ اس بات میں شرمائے کہ اس قدر معمولی بات پوچھنا مناسب نہیں۔ عمر کا فرق ملحوظ رکھے بغیر ضرورت کا معمولی سے معمولی مسئلہ بھی دریافت کرے۔ مکحول سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لا یستحی الشیخ ان یتعلم من الشاب''

ترجمہ: بوڑھا آدمی جوان سے علم حاصل کرنے میں نہ شرمائے۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ ج 1 ص 175 دار ابن حزم)

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''بہت کچھ علم مجھے حاصل ہے، لیکن جن باتوں کے سوال سے میں شرمایا تھا ان سے اس بڑھاپے میں بھی جاہل ہوں''۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج 1 ص 181 دار ابن حزم)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''پانچ باتیں ایسی ہیں جنہیں خوب یاد رکھنا اور ان کے لئے ہر قسم کی مشقت برداشت کرنا چاہئے۔ بندہ اپنے گناہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے، اپنے پروردگار کے سوا کسی سے آس نہ لگائے، جاہل سوال سے نہ شرمائے، عالم اگر کوئی بات نہیں جانتا تو اعترافِ جہل میں شرم نہ کرے، ایمان میں صبر کا درجہ وہی ہے جو جسم میں سَر کا۔ جس طرح بے سَر کا جسم بے کار ہے اسی طرح جس آدمی میں صبر نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔''

(حلیہ الابی نعیم ج 1 ص 75، المدخل للبیھقی رقم الحدیث 795 ص؛ 43)

حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا مقولہ ہے: ''خوف کا نتیجہ ناکامی ہے اور شرم کا نتیجہ محرومی''۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج 1 ص 182 دار ابن حزم)

خلیل کہتے ہیں، جہل دراصل حیا اور تکبر کے درمیان کا درجہ ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج 1 ص 182 دار ابن حزم)

مشہور مقولہ ہے: ''جو سوال کرنے میں سبکی سمجھتا ہے، اس کا علم بھی ہلکا ہوتا ہے۔ جو یہ خیال کرتا ہے کہ علم کی کوئی انتہا ہے وہ علم پر ظلم کرتا ہے۔''

(دارمی (550) ج 1 ص 148 المدخل للبیھقی ص 280.281)

......سوال نصف علم ہے......

سلیمان بن یسار کا مقولہ ہے: ''سوال نصف علم ہے اور اعتدال نصف زندگی''

(اصلاح المال الابن ابی الدنیا (174) ص 228)

اصمعی سے پوچھا گیا آپ نے یہ تمام علم کیسے حاصل کیا؟ کہنے لگے، مسلسل سوال سے

اور ایک ایک لفظ گرہ میں باندھ کے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج 1 ص 181 دار ابن حزم)

......متقی بننے کا نسخہ......

امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ کا قول ہے: ''جس کے پاس علم ہے اسے بھی مزید علم کی تحصیل سے بے پروا نہیں ہونا چاہئے''

(جامع بیان العلم وفضلہ ج 1 ص 190 دار ابن حزم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ان من معادن التقوى تعلمك الى ما قد علمت علم ما لم تعلم، والنقص فيما علمت قلة الزيادة فيه، وانما يزهد الرجل في علم ما لم يعلم قلة انتفاعه بما علم''

ترجمہ: تقوے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ جو علم تمہارے پاس ہے، اس کے ذریعہ وہ علم حاصل کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے یہ علم کا نقص ہے کہ اس میں اضافے کا خیال نہ ہو۔ مزید علم کی خواہش نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھا رہا۔''

(الجامع الصغیر للسیوطی ج 1 ص 99 المیزان للذھبی ج 4 ص 258)

......طلبِ علم کا سب سے زیادہ ضرورت مند......

عالم بھی اپنے آپ کو مطالعے اور مزید علم سے مستغنی نہ سمجھے کیونکہ علم کی انتہاء

نہیں۔نت نئے مسائل اوران کے بارے میں تحقیقات سامنے آتی رہتی ہیں جن سے واقفیت صاحبِ علم کے لئے نہایت ضروری ہے۔اس لئے عالم کواپنے علم میں اضافے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا طلبِ علم کی ضرورت سب سے زیادہ کسے ہے؟ جواب دیا ''جوسب سے زیادہ صاحبِ علم ہے، کیونکہ اس سے غلطی ہونا سب سے زیادہ معیوب ہے۔''

(حلیۃ الاولیاء ج7،ص281)

......علم کسے راس آتا ہے؟......

علمِ دین حاصل کرنے میں وہی شخص کامیاب ہوتا ہے جوحصولِ علم میں معاون چیزوں کا اپناتا ہےاورعلمِ دین کی معاون اشیاء میں ایک اہم چیز یہ ہے کہ ہرحال میں علم کے حصول میں لگا رہے، تنگدستی اوراس طرح کی دیگر چیزوں کی وجہ سے علم سے بے رغبت نہ ہو بلکہ رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ذوق وشوق سے حصولِ علم میں مشغول رہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہا کرتے تھے: ''جوشخص دولت کے زوراورخودی کے گھمنڈ میں طالبِ علمی کرتا ہے ناکام رہے گا، البتہ جس نے خاکساری، تنگ دستی اور احترامِ علم کے ساتھ کوشش کی وہ کامیاب ہوگا۔''

(سیراعلام النبلاء: ج10،ص91)

......علم کو یادرکھنے کا طریقہ......

علم یادرکھنے کا اہم ترین طریقہ یہ ہے کہ علم کا تکرار کرتے رہیں۔اپنے ہم سبق

ساتھیوں سے علمی مذاکرہ کرتے رہیں۔لوگوں کو مسائل سے واقفیت دیتے رہیں۔اگر سب کے ساتھ مل کر پڑھنے کی صورت میں پڑھنے کا موقع نہ ملتا ہو اور وقت برباد ہو رہا ہو اس صورت میں تو دوسروں کے ساتھ نہ بیٹھیں لیکن اگر ایسی صورت نہ ہو تو پڑھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ مل کر پڑھے۔اس سے سبق سمجھنے اور اسے یاد رکھنے میں بہت آسانی پیدا ہو جاتی ہے نیز اس سے دوسروں کو اپنی بات سمجھانے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے نیز پڑھنے سے اکتاہٹ اور بوریت پیدا نہیں ہوتی،ورنہ تنہائی کی وجہ سے عام طور پر آدمی اکتا جاتا ہے۔

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے:''حدیث کا مذکراہ کرو،کیونکہ علم مذاکرے سے جوش مارتا ہے''

(مصنف لابن ابی شیبہ:ج5،ص280،رقم26135)

اسماعیل بن رجاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دستور تھا کہ مکتب کے لڑکوں کو آکر حدیثیں سنایا کرتے تھے تاکہ بھول نہ جائیں۔

(مصنف لابن ابی شیبہ:ج5،ص286،رقم26136)

اصمعی سے پوچھا گیا،آپ نے یہ سب علم کیونکر محفوظ رکھا حالانکہ آپ کے ساتھی بھول گئے،کہنے لگے''میرے ساتھیوں نے حاصل کرنے کے بعد علم کو چھوڑ دیا اور میں برابر چرچا کرتا رہا۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ:ج1،ص204،بیروت)

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے:''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مجھے حدیثیں سناتے تھے،اگر وہ مجھے اجازت دیتے کہ میں اٹھ کر ان کی پیشانی چوم

لوں تو ضرور چوم لیتا۔"

(الجامع: ج1، ص287.288، رقم319)

......علم کا تکرار......

خلیل بن احمد کا مقولہ ہے: "کتابوں سے زیادہ اپنے سینے کے علم کا مذکراہ کیا کرو"۔

(الجامع: ج1، ص670، رقم1048)

عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے، ایک دن ہم حضرت ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پہنچے اور دیر تک باتیں کرتے رہے پھر ہم نے عرض کیا، شاید آپ اکتا گئی ہیں؟ فرمانے لگیں کیا کہتے ہو، ہر کام میں میری نیت عبادت کی رہتی ہے مگر علمی مذاکرے سے زیادہ مجھے کسی کام میں لذت نہیں ملتی۔"

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1، ص204، بیروت)

......قابل رحم......

فراء کا قول ہے "دو آدمیوں پر مجھے بڑا رحم آتا ہے، اس پر جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے مگر سمجھ نہیں رکھتا اور اس پر جو سمجھ رکھتا ہے، مگر علم حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ ان لوگوں پر سخت افسوس ہے جو تحصیلِ علم کی قدرت رکھتے ہیں مگر علم حاصل نہیں کرتے۔"

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1، ص 205، بیروت)

حکیم جالینوس سے پوچھا گیا، اپنے سب ساتھیوں سے زیادہ تم نے حکمت کیسے حاصل کر لی؟ جالینوس نے جواب دیا "اس طرح کہ میں نے کتب بینی کے لئے چراغ پر

اس سے زیادہ خرچ کیا ہے، جتنا وہ شراب پر خرچ کر چکے ہیں۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1، ص205، بیروت)

......علم کے کثیر میدان......

یونس بن یزید کا بیان ہے کہ ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے کہا ''یونس! علم سے ضد نہ کرنا کیونکہ علم کے میدان بہت سے ہیں، تو جس میدان میں بھی اترے گا چلتے چلتے تھک جائے گا اور علم ختم نہ ہوگا۔ البتہ علم کو بتدریج حاصل کر، لیل و نہار کی ست رفتار کے ساتھ چل کر اسے گرفت میں لا، یکمشت لینے کی کوشش نہ کر کیونکہ جو کوئی یہ کوشش کرتا ہے کچھ نہیں پاتا۔''

(الماع للقاضی عیاض: ص120)

......علم اور تفریح......

انہی ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دستور تھا کہ جب بہت سی حدیثیں روایت کر لیتے تو شاگردوں سے فرماتے ''ہاں ذرا اپنے اشعار لاؤ، کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں کرو، کان تھک جاتے ہیں دل اکتا جاتا ہے۔''

(المدخل: ص360، رقم606)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے: ''دل کو آزاد بھی چھوڑ دیا کرو، خوش کن نکتے بھی سوچا کرو کیونکہ جسم کی طرح دل بھی تھک جاتا ہے۔''

(فتح المغیث: ج2، ص309)

قاسم بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بہت سوال کئے جاتے تو اکتا جاتے اور

فرماتے ''اب کچھ عرب کے قصے اور خود اپنی باتیں شروع کرو، اتنے بہت سوالوں کا بوجھ ہم پر نہ ڈالو۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1، ص208، بیروت)

ابن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے ''تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے دل بہلا لیا کرو۔''

(ابن ابی شیبہ: ج7، ص177، رقم 35115)

ابو خالد کہتے ہیں، ہم صحابہ علیہم الرضوان کی صحبت میں بیٹھتے تھے اور وہ اشعار اور اپنے ایامِ جاہلیت کے قصے بھی سنایا کرتے تھے۔''

(الجامع لاخلاق الراوی: ج2، ص185۔184، رقم 1432۔143)

......علم میں میانہ روی......

شفیق بن سلمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے، ایک دن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری مجلس میں تشریف لائے اور فرمانے لگے مجھے تمہاری اس مجلس کی اطلاع ملتی تھی مگر اس ڈر سے نہیں آتا کہ اکتا جاؤ گے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ہمیں روز نہیں کبھی کبھی وعظ سناتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں۔

(بخاری رقم الحدیث 6411، مسلم رقم الحدیث 2821، ترمذی رقم الحدیث 2855)

......قابل رشک شوق......

خالد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا'' مجھے کتابیں جمع کرنے کا شوق ہے اور بس میں نہ عالم ہوں نہ جاہل۔''، شعبی کہا کرتے تھے، میں نے اپنے جیسا کوئی

آدمی نہیں دیکھا لیکن جب چاہا کہ اپنے سے بڑے عالم کو دیکھوں تو فوراً دیکھ لیا، مراد یہ ہے کہ میں نے ہمیشہ دوسروں کو اپنے سے بڑا ہی سمجھا ہے۔ اس میں عالم کے لئے عاجزی کا درس ہے۔

......مسئلہ معلوم نہ ہوتو......

اگر مسئلہ معلوم نہ ہوتو بجائے اپنے اندازے سے جواب دینے کے اپنی لاعلمی کا اظہار کردینا چاہیے۔ ہمارے اسلافِ کرام کے دل چونکہ خوف وخشیتِ الٰہی سے لبریز ہوتے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ حکمِ شریعت بتانا ایک نہایت ہی نازک کام ہے اس لئے جب تک مسئلہ یقینی طور پر معلوم نہ ہوتا تھا تب تک وہ مسئلہ ہرگز نہ بتاتے تھے بلکہ صاف اپنی لاعلمی کا اظہار کردیتے تھے۔ اور ہونا بھی یہی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی سخت جوابدہی کرنی پڑے گی۔ بعض بزرگ فرماتے تھے کہ ہم اس وقت مسئلہ کا جواب نہیں دیتے جب تک یہ یقین نہ کرلیں کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے اس مسئلے کے بارے میں پوچھا گیا تو ہم اس کو یقین کے ساتھ بیان کرسکیں گے۔ اب اسی حوالے سے بزرگانِ دین کا عمل دیکھیں کہ وہ مسئلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں کیا کیا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے "اے لوگو! جو بات جانتے ہو وہی کہو، جو نہیں جانتے اس پر اللہ اعلم (اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) کہا کرو، کیونکہ علم کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ انسان جو بات نہیں جانتا اس سے لاعلمی کا اعتراف کرلے"۔

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج2، ص110 بیروت)

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میراث کا ایک مسئلہ پوچھا گیا، تو کہنے لگے ''میں نہیں جانتا'' کہا گیا، آپ جواب کیوں نہیں دیتے؟ فرمایا ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو بات معلوم نہ ہوتی تو صاف صاف انہی لفظوں میں اقرار کر لیا کرتے تھے۔''

(اخلاق العلماء: ص95، رقم193)

حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا، کہنے لگے اس بارے میں مجھے کوئی حکم معلوم نہیں۔ عرض کیا گیا اپنی رائے دے دیجئے، فرمانے لگے ''میری رائے اس مسئلے تک پہنچنے سے قاصر ہے۔''

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن نافع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا، حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاموش رہے۔ عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا شاید آپ میرا سوال سمجھے نہیں؟ حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا ''سمجھ گیا ہوں'' عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا پھر جواب کیوں نہیں دیتے؟ اس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ''اس لئے کہ جواب معلوم نہیں۔''

(التفقیہ: ج2، ص174 173)

خود امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حضرت عبد الرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا ''ایک دن مجلس جمی ہوئی تھی کہ ایک شخص نمودار ہوا اور کہنے لگا: اے ابو عبد اللہ! میں آپ کی خدمت میں چھ مہینے کی کڑی منزلیں طے کر کے پہنچا ہوں میری قوم نے ایک مسئلہ دریافت کرنے کیلئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ امام

مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''جو کچھ پوچھنا ہے پوچھو'' اس نے مسئلہ پیش کیا تو دیر تک سوچتے رہے پھر فرمایا ''میں اسے نہیں جانتا'' سائل مبہوت ہو کر رہ گیا وہ تو یہ سمجھ کر آیا تھا کہ ایسے شخص کے پاس جا رہا ہوں جو سب کچھ جانتا ہے اب صاف جواب سن کر سناٹے میں پڑ گیا۔ پھر کہنے لگا، لیکن حضرت لوٹ کر اپنی قوم سے کیا کہوں گا؟ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ''ان سے کہنا کہ مالک نے مجھ سے کہا کہ تمہارے مسئلے سے میں ناواقف ہوں۔''

(المدخل: ص437، رقم816)

عبدالرزاق راوی ہیں کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول بیان کیا ''عالم جب لاادری کہنا بھول جاتا ہے تو ٹھوکریں کھانے لگتا ہے۔

(اخلاق العلماء: ص96، رقم195)

عقبہ بن مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں، میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں چونتیس مہینے رہا اور برابر دیکھتا رہا کہ اکثر مسئلوں پر لاادری کہہ دیا کرتے اور میری طرف مڑ کے فرماتے ''تم جانتے بھی ہو یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ چاہتے ہیں کہ ہماری پیٹھ کو جہنم تک اپنے لئے پل بنالیں۔''

(سنن دارمی: ج1، ص68.69، رقم155)

......بغیر علم کے دعوی ہلاکت کا سبب ہے......

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا، تو کہنے لگے ''مجھے نہیں معلوم اور ہلاکت ہے اس کے لئے جو علم نہ رکھنے پر علم کا دعویٰ کرے۔''

(المدخل: ص435.436، رقم811)

...... ہر مسئلے کا جواب ......

ہر مسئلے کا جواب دینا دانشمندی نہیں بلکہ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اگر چہ مسئلہ معلوم بھی ہو تب بھی ہر مسئلے کا جواب نہیں دینا چاہیے کہ بعض اوقات کسی مسئلے کا بیان کرنا مصلحت کے خلاف ہوتا ہے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ حقیقتِ حال وہ نہیں ہوتی جو بتائی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں اگر مسئلے کا جواب دیں گے تو اس مسئلے کو کسی شخص کے خلاف غلط استعمال کیا جائے گا، اس چیز کا تجربہ مجھے بارہا ہو چکا ہے۔

اسی طرح کسی مشہور و معروف عالم یا کسی ادارے کے نام پر جواب نہ دیا جائے کہ بعض اوقات اس طرح بھی اس مسئلے کو غلط استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کی اور بھی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں کہ جن میں جواب نہ دینا بہتر ہوتا ہے۔

اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے ''جو کوئی ہر مسئلے میں فتویٰ دیتا ہے دیوانہ ہے۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج2، ص118 بیروت)

اعمش کہتے ہیں، میں نے یہ قول حکم بن عتیبہ کو سنایا تو کہنے لگے ''یہ بات میں نے پہلے سن لی ہوتی تو اتنے بہت فتوے نہ دیتا۔''

(سنن دارمی: ج1، ص73، رقم 171)

سفیان بن عیینہ کا مقولہ ہے ''فتوے پر جو جتنا زیادہ جری ہوتا ہے اس کا علم اتنا ہی کم ہوتا ہے۔''

(الفقیہ للخطیب: ج2، ص166)

...... بڑے عالم کی طرف رجوع کرنا......

صاحبِ علم کے لئے ایک نہایت اہم ہدایت یہ ہے کہ اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہوتو اپنی طرف سے جواب بنا کر نہ دیدے بلکہ اپنے سے بڑے عالم کی طرف رجوع کرے تاکہ صحیح جواب دیا جاسکے اور اس بات کو یادر کھے کہ عالم اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان وسیلہ ہے اور اس کا لوگوں کو مسئلہ بتانا گویا حکم الٰہی عزوجل بتانا ہے، تو ایسا نہ ہو کہ اپنی عقل سے لوگوں کو وہ کوئی بات حکمِ الٰہی کہہ کر بتائے جو حقیقت میں حکمِ الٰہی نہ ہو۔

ایک بزرگ کا قول ہے: ''عالم اسی وقت تک عالم ہے جب تک بغیر علم رائے زنی نہیں کرتا اور جب تک اپنے سے بڑے عالم کے پاس جانے سے نہیں شرماتا۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1، ص251 بیروت)

......رجوع کرنا عیب نہیں......

نبیوں اور فرشتوں کے علاوہ کوئی معصوم نہیں۔ اس لئے مسئلہ شرعیہ بیان کرنے میں خطا ہو جانا کوئی ناممکن امر نہیں لہٰذا مسئلہ شرعیہ بیان کرنے میں اگر غلطی ہو جائے تو اس سے رجوع کرنے میں عار نہیں کرنی چاہیے، بلکہ خوش دلی کے ساتھ غلطی کو تسلیم کر کے رجوع کر لینا چاہیے۔

مشہور محدث عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ایک حدیث پر عبداللہ بن حسین سے میری گفتگو ہوگئی وہ اس وقت قاضی تھے، چند روز بعد میں پھر ان کے یہاں گیا تو ملاقاتی دو صفوں میں بیٹھے تھے۔ عبداللہ نے انہی کے سامنے مجھ سے

کہا"اس حدیث کے بارے میں تمہاری رائے صحیح ہے اور میں عاجزی کے ساتھ اپنے قول سے رجوع کرتا ہوں"۔ یعنی قاضی ہونے کے باوجود لوگوں کی موجودگی میں رجوع کرنے سے کوئی شرمندگی محسوس نہیں کی۔ اور یہ بات بھی یاد رہے کہ مسئلہ کی غلطی واضح ہو جانے کے بعد رجوع نہ کرنا ناجائز و حرام ہے۔

امام اہلسنت، مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال ہوا، جو صاحب جھوٹا مسئلہ بیان کریں ان کے واسطے شریعت کا کیا حکم ہے؟ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے جواباً ارشاد فرمایا: "جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت شدید کبیرہ ہے اگر قصداً ہے تو شریعت پر افتراء ہے اور شریعت پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے

ان الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون

ترجمہ: "وہ جو اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔"

اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ فتویٰ دے۔ حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من أفتى بغير علم، لعنته ملائكة السماء والأرض

ترجمہ: "جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔"

ہاں اگر عالم سے اتفاقاً سہو واقع ہوا اور اس نے اپنی طرف سے بے احتیاطی نہ کی اور غلط جواب صادر ہوا تو مواخذہ نہیں، مگر فرض ہے کہ مطلع ہوتے ہی فوراً اپنی خطا ظاہر کرے، اس پر اصرار کرے تو پہلی شق یعنی افتراء میں آجائے گا۔"

(فتاوی رضویہ: ج23، ص712 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

......عالم کی غلطی پر ردعمل......

جس طرح عالم کے رجوع کرنے کا مسئلہ بیان کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ دوسروں کے لئے بھی چند چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ جیسے عالم کی غلطی میں پہلی بات یہ یاد رکھیں کہ اگر اس نے اپنی طرف سے مسئلہ بیان کرنے میں جان بوجھ کر غلطی نہیں کی تو وہ گناہ گار نہیں بلکہ حدیث کے مطابق اس کو اس پر بھی ثواب ملے گا، اور دوسری بات یہ یاد رکھیں کہ دوسروں کے لئے اس غلطی کو اچھالنا اور پھیلانا ناجائز وحرام ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی عالم کی خطا مل جائے تو اس عالم کے باعمل ہونے کے باوجود اس کی خطا کو اچھالتے ہیں اور پردہ پوشی کا سوچتے تک نہیں۔ اس طرح کے طرز عمل کے بارے میں امام اہلسنت، مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فتوی ملاحظہ فرمائیں۔

علمائے اہلسنت سے بتقدیر الٰہی جو ایسی لغزشِ فاحش واقع ہو اس کا اخفاء واجب ہے کہ معاذ اللہ لوگ ان سے بداعتقاد ہوں گے تو جو نفع ان کی تقریر اور تحریر سے اسلام وسنت کو پہنچتا تھا اس میں خلل واقع ہوگا، اس کی اشاعت، اشاعتِ فاحشہ ہے اور اشاعتِ فاحشہ بنص قرآنِ عظیم حرام قال اللہ تعالیٰ:

ان الذین یحبون أن تشیع الفاحشة فی الذین اٰمنوا لهم عذاب ألیم فی الدنیا والآخرة۔

ترجمہ: خصوصاً جبکہ وہ بندگان خدا حق کی طرف بے کسی عذر وتامل کے رجوع فرما چکے۔"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

من عیر أخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ۔

ترجمہ: جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عار دلایا وہ مرنے سے قبل اسی گناہ میں ضرور مبتلا ہوگا۔''

(فتاوی رضویہ: ج29، ص591 تا 594)

......زندگی کے چار دن......

عالم کو اپنے اوقات چار طریقے سے گزارنے چاہئیں۔ اگر اپنے سے بڑا عالم ملے تو اس سے سیکھے، اور اپنے سے کم تر عالم ملے تو اسے سکھائے، اور اپنے برابر کا عالم ملے تو اس سے علمی مذاکرہ کرے تاکہ علم میں مزید پختگی آئے، اور اگر ایسا ملے جو علم میں تو کم ہے لیکن اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے تو اس سے ہرگز گفتگو نہ کرے کہ اس سے گفتگو کرنا اپنے قلب کو پریشان کرنے کا باعث بنے گا۔

خلیل ابن احمد نے کہا ''میری زندگی کے دن چار قسم کے ہیں: ایک دن وہ ہے کہ نکلتا ہوں اور اپنے سے بڑے عالم کو دیکھتا ہوں اور اس سے سیکھتا ہوں، یہ میری کمائی کا دن ہے۔ دوسرا دن وہ ہے جب میں نکلتا ہوں اور اپنے سے کم علم والے سے ملتا ہوں یہ میرے اظہارِ علم کا دن ہے، تیسرا دن وہ ہے کہ میں اپنے برابر کے عالم سے ملتا اور اس سے مذاکرہ کرتا ہوں، یہ میرے پڑھنے کا دن ہے۔ چوتھا دن وہ ہے کہ میں نکلتا ہوں اور اپنے سے ادنیٰ کو دیکھتا ہوں مگر وہ خود کو مجھ سے اونچا سمجھتا ہے، میں اس سے مخاطب نہیں ہوتا، یہ میرے آرام کا دن ہے۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1، ص265)

......علم کا احاطہ مشکل ہے......

کسی دانا نے کہا ہے "میں نے علم کی جستجو اس لئے نہیں کی کہ اس کا پورا احاطہ کر لوں میری غرض صرف یہ تھی کہ وہ باتیں جان جاؤں جن سے جاہل رہنا روا نہیں"۔

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج 1، ص 265 بیروت)

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے "علم میں حجت کرنے سے دل سخت ہو جاتے ہیں اور دل میں کینہ پیدا ہوتا ہے۔"

(دارمی: ج 1، ص 102، رقم 303)

......اہل کو علم سکھانا......

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے: "حکمت کو اہل سے باز نہ رکھو کہ گناہ ہے اور نااہل کے سامنے پیش نہ کرو کہ حماقت ہے۔"

(دارمی: ج 1، ص 117، رقم 379)

......نااہل کو علم سکھانا......

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے: "سوئر کے آگے موتی نہ ڈالو، کیونکہ وہ موتی کی قدر نہیں جانتا۔ جسے طلب نہیں اسے حکمت نہ دو کیونکہ حکمت موتی سے زیادہ قیمتی ہے اور جسے حکمت کی جستجو نہیں وہ سوئر سے بدتر ہے۔"

(مصنف عبدالرزاق: ج 11، ص 257، رقم 20482)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"قام اخي عيسى ،عليه السلام خطيبافي بني اسرائيل فقال :يا بني اسرائيل لا تعطوا الحكمة غير اهلها فتظلموها ،ولا تمنعوها اهلهافتظلموهم"

ترجمہ: میرے بھائی، عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا" لوگو! نا اہلوں کو حکمت نہ دو کہ یہ حکمت پر ظلم ہے اور اہلوں سے حکمت کو باز نہ رکھو کہ یہ ان پر ظلم ہے۔"

(مسند الفردوس للدیلمی: ج3 ص270، رقم4668)

......نا اہل کو علم سکھانے کا نقصان......

علم دین سکھانا اگر چہ ایک عظیم الشان کام ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ علم سکھاتے ہوئے یہ دیکھ لیں کہ جسے علم سکھا رہے ہیں وہ اس کا اہل بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ نا اہل کو علم سکھانا سخت نقصان دہ ہوتا ہے اور بعض اوقات اس کا نقصان اہل حضرات کو بھی پہنچتا ہے۔لہٰذا جب کسی کے بارے میں تجربات کی روشنی میں یہ بات ظاہر ہو جائے کہ یہ شخص علم کا غلط استعمال کرتا ہے اور علم کی وجہ سے لوگوں میں فتنے برپا کرتا ہے اور اپنے علم اور کردار کی وجہ سے لوگوں میں علماء کی بدنامی اور رسوائی کا باعث بن رہا ہے تو اسے علم سکھانے سے گریز کرنا چاہیے۔

ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو چند مسائل سیکھ کر لوگوں میں فتنے برپا کرتے پھرتے ہیں۔لوگوں کے احوال اور زمانے کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر اپنی دوستی یاری اور تعلقات کے چکر میں لوگوں کو غلط مسئلے بتاتے یا حیلے بہانے سکھاتے نظر آتے

ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جن کی خاطر یہ لوگ سب کچھ کرتے ہیں کچھ عرصے بعد ان کی نظر میں نہ تو ایسے علماء کی عزت ہوتی ہے اور نہ ہی ان کی وجہ سے دوسرے باکردار علماء کی قدر رہتی ہے۔ کیونکہ یہ عوام نااہلوں کو دیکھ کر اہلِ علماء کو بھی ویسا ہی سمجھتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ عوام باعمل علماء کے فیض سے بھی محروم ہو جاتی ہے۔ اس لئے حدیث پاک میں حکم دیا گیا کہ نااہل لوگوں کو علم ہی نہ سکھایا جائے تاکہ وہ دین میں فتنے کا باعث نہ بن سکیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"طلب العلم فريضة على كل مسلم وواضع العلم عند غير اهلها كمقلد الخنازير الجوهر واللؤلؤ والذهب"

ترجمہ: علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے اور علم کو نااہل کے پاس رکھنے والا (یعنی سکھانے والا) ایسا ہے جیسے سوئر کے گلے میں جواہر اور موتی کا ہار ڈالنے والا۔"

(ابن ماجہ: ص20)

......لوگوں کی عقلوں کے مطابق کلام......

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تلامذہ میں فرمایا کرتے تھے:

"لوگوں کی عقل سے زیادہ بات کہو گے تو کسی نہ کسی کے لئے فتنہ ضرور بن جائے گی۔"

لہٰذا عالم کو چاہیے کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے موافق کلام کیا جائے اور ایسے مسائل ان کے سامنے بیان نہ کیے جائیں کہ جن کا بیان کرنا شرعاً ضروری نہ ہو لیکن ان کے بیان سے فتنے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ جیسے بعض لوگوں کے بارے میں دیکھنے میں آیا ہے کہ وحدۃ الوجود اور اسی طرح تصوف کے دقیق مسائل عوام میں

بیان کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ ان مسائل میں بغیر علم کے گفتگو کر کے اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

اسی طرح بعض بداندیش اور بدخواہ قسم کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ لوگوں کو شرعی مسائل کے ایسے ایسے حیلے بتاتے ہیں کہ جس کے نتیجے میں عوام جائز و ناجائز ہر جگہ حیلے کرتے ہیں۔ یوں ہی بعض عالم کہلانے والے لوگوں کو ایسے دقیق مسائل بیان کرتے ہیں کہ وہ بیان کردہ صورتیں اگرچہ جائز و حلال ہوتی ہیں مگر حرام کی صورتیں بھی ان کے بالکل ساتھ ہوتی ہیں اور پھر جب عام آدمی اپنی عقل سے فیصلے کرنے لگتا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حرام کو حلال سمجھ کے کر رہا ہوتا ہے۔

اسی طرح کسی عالم نے ایک جگہ اپنا ذاتی تجربہ بیان کیا کہ ایک عالم کہلانے والے شخص نے ایک عام آدمی کو بدگمانی کرنے کی جائز صورتوں کا ایسا اصول بتایا جو اصول تو درست تھا مگر اس سے استدلال کرنے کی صلاحیت شاید اس عالم میں بھی نہیں تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک نشست میں وہ عام آدمی صریح حرام بدگمانیاں کر رہا تھا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ یہ بدگمانی ہے اور بدگمانی قرآن کی نص قطعی سے حرام ہے۔ اس پر اس نے فوراً مجھے وہ اصول پڑھ کر سنا دیا کہ یوں میرا بدگمانی کرنا جائز ہے۔ میں نے اس سے عرض کی کہ آپ جو بدگمانی کر رہے ہیں یہ اس اصول کے تحت داخل نہیں اور آپ کا فعل یقیناً حرام ہے اور آپ کے کہنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس حرام کو حلال سمجھ کر کر رہے تھے تو احتیاطاً آپ توبہ اور تجدید ایمان کر لیں۔''

اب اس واقعہ پر غور فرمائیں کہ عوام سے ان کی عقلوں سے وراء گفتگو کرنے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ وہ بیچارے اپنے ایمان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے اور اس میں بنیادی جرم

اس شخص کا ہے جس نے محض دوستی یاری میں ایک ایسی چیز بتائی جسے عام آدمی ہضم نہیں کرسکتا۔ اسی طرح کئی جگہوں پر دیکھا گیا ہے کہ اصولِ فقہ کے اصول کسی عام آدمی کے ہاتھ لگے تو پھر ان کی ایسی درگت بنتی ہے کہ الامان والحفیظ۔

عوام کے قوت استدلال کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ ایک مرتبہ ایک عورت نے مجھ سے طلاق کا ایک مسئلہ پوچھا، میں نے اسے جواب دیا کہ آپ کو تین طلاقیں ہوچکیں۔ پھر چند صورتیں بیان کرتے ہوئے کہا کہ اگر شوہر دو مرتبہ کہتا تو پھر آپ اس پر حرام نہ ہوتیں۔ اس پر اس نے کہا کہ اگر میں سوال کی صورت بدل دوں تو مجھے حلال ہونے کا فتویٰ مل سکتا ہے؟ میں نے کہا، تین طلاقیں تو آپ مجھے بتا چکیں تو اب دو بتانا تو صریح جھوٹ ہے اس پر اس عورت نے کہا کہ میں نے ایک کتاب میں مسئلہ پڑھا تھا کہ دو دوستوں میں صلح کروانے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے تو یہاں تو دو زندگیوں کا مسئلہ ہے لہٰذا اگر میں جھوٹ بول دوں تو کیا آپ دو زندگیوں کو ملانے کے لئے مجھے حلال کا فتوی دیدیں گے؟

اس واقعے سے سمجھ لیں کہ عوام کہاں کا مسئلہ کہاں جا کر جوڑتے ہیں اس لئے لوگوں کے سامنے وہی مسئلہ بیان کرو جس میں ان کے ایمان اور عمل کا تحفظ ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ لوگوں کی عقلوں کے مطابق ان سے کلام کرو۔ ایسے ہی اقوال کئی صحابہ اور بزرگوں سے منقول ہیں۔

چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے صاحب زادے ہشام سے کہا ''جب کسی سے ایسی بات کہو گے جو اس کی عقل سے بالا ہے تو اس کے لئے گمراہی کا سبب بن جائے گی۔''

(مقدمہ صحیح مسلم: ج1، ص11)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''لوگوں سے وہی کہا کرو جو وہ سمجھ سکتے ہیں، ورنہ خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانے لگیں گے۔''

(بخاری: ج1، ص255، رقم127)

......غیر مانوس باتوں سے اجتناب ضروری ہے......

ابوالطفیل کا بیان ہے کہ میں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر فرماتے سنا ''لوگو! کیا تم چاہتے ہو کہ خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی جائے؟ ایسی باتیں نہ بیان کرو جن سے لوگ مانوس نہیں۔''

(بخاری: ج1، ص255، رقم128)

......حدیث کے دو ظرف......

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے میں نے دو ظرف بھرے تھے، ایک انڈیل چکا ہوں یعنی تمہیں بتا چکا ہوں جبکہ دوسرا باقی ہے اسے بھی انڈیلوں (بتاؤں) گا تو تم میری گردن اڑا دو گے (یعنی وہ علم عام لوگوں کے سامنے بیان کرنا جائز نہیں۔)''

(طبقات ابن سعد: ج2، ص362)

......بدترین بندے......

حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: ''خدا کے بدترین بندے وہ ہیں جو فتنہ انگیز مسائل ایجاد کر کے بندگانِ خدا کو فتنوں میں ڈالتے ہیں۔''

(المدخل: ص230، رقم307)

......عالم اور بعض خرابیوں کی اصلاح......

صاحبانِ علم کو بھی اپنی اصلاح کی فکر کرتے رہنا چاہیے۔ چنانچہ یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''عالم کے لئے یہ فتنہ ہے کہ سننے سے زیادہ اسے بولنے کی عادت ہو حالانکہ سننے میں سلامتی ہے اور علم میں اضافہ بھی نیز سننے والا فائدہ اٹھانے میں بولنے والے کا شریک ہوتا ہے۔ گفتگو میں تو کمزوری، بناوٹ اور کمی بیشی ہوتی ہے لیکن سننے میں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ بہت سے عالم ایسے ہیں جو اپنے آپ کو بولنے کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جو غریبوں کی تحقیر کرتے ہیں، بہت سے ایسے ہیں جو علم سیکھنا خلافِ شان سمجھتے ہیں، بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے علم کی دکان لگالی ہے اور چاہتے ہیں ان کے سوا کسی سے علم نہ لیا جائے، بہت سے ایسے ہیں جو جابر بادشاہوں کی طرح اعتراض نہیں سن سکتے اور قیامت برپا کردیتے ہیں، بہت ایسے ہیں جو مسند افتاء پر آجمتے ہیں اور بے علمی کی صورت میں بھی فتوے دیئے چلے جاتے ہیں اور بہت ایسے ہیں جو روایت کے شوق میں رطب و یابس، حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ کی باتیں بھی حدیث کہہ کر روایت کر جاتے ہیں۔''

(الزھد لابن مبارک: ص48)

......عالم کو کیسا ہونا چاہے؟......

عالم کے لئے افضل ترین یہ بھی ہے کہ خاکسار ہو، اپنے علم پر مغرور نہ ہو، مال و شہرت کی محبت سے اس کا دل پاک ہو۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1، ص280 بیروت)

......علم اور عاجزی......

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے: ''جب بندہ رضائے الٰہی کی نیت سے خاکسار بن جاتا ہے تو خدا عزوجل اِس دانائی کی وجہ سے اسے بلند کر دیتا ہے اور دنیا اس سے کہنے لگتی ہے، اونچا ہو جا، اونچا ہو جا، خدا عزوجل تجھے اونچا کرے۔ وہ خود اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہوتا ہے مگر دوسروں کی نگاہوں میں بڑا بن جاتا ہے۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج7، ص96، رقم 34461)

مشہور مقولہ ہے ''جب علم، عقل سے زیادہ ہو جاتا ہے تو نقصان پہنچاتا ہے''۔

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1، ص281 بیروت)

......قبولِ حق کا جذبہ......

ابراہیم بن اشعث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خاکساری کے معنی پوچھے تو فرمایا ''خاکساری یہ ہے کہ تم حق کے سامنے ہمیشہ جھکے رہو، جاہل سے بھی حق سنو تو فوراً قبول کر لو۔''

(التواضع لابن ابی الدنیا: ص118 رقم 88)

......ذلت کا سبب......

عالم کو چاہیے کہ اپنی مجلس کو باوقار رکھے ایسا نہ ہو کہ اس کی مجلس میں سوائے مسخری اور مذاق کے کچھ نہ ہو اور لوگ اس سے دین سیکھنے کی بجائے محض مسخری کرنے، مذاق سننے اور وقت گزارنے کے لئے آئیں کہ ایسے عالم کی وجہ سے لوگ تمام علماء سے ہی بدظن ہو جاتے ہیں۔

نیز عالم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ رذیل اور گھٹیا لوگوں سے میل جول نہ رکھے۔ اس طرح کے لوگوں کے پاس جانا کسی ضرورت یا نیکی کی دعوت کے لئے ہو۔ اس کے علاوہ محض دوستی یاری گانٹھنے اور وقت گزارنے کے لئے ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا علم اور عالم دونوں کے وقار کے خلاف ہے۔ بلکہ جب ایسے لوگوں کے پاس اٹھنا بیٹھنا ہوگا تو لازمی بات ہے کہ باتیں بھی اسی طرح کی گھٹیا اور اخلاق سے گری ہوئی کرنا پڑیں گی۔ اس لئے عالم کی عافیت اسی میں ہے کہ اس طرح کے لوگوں کے پاس نہ بیٹھے۔

مشہور مقولہ ہے"جو کوئی اپنی رائے پر مغرور ہو گمراہ ہو گیا جس نے تکبر کیا ذلیل ہو گیا۔ جس نے رذیلوں کی صحبت اختیار کی حقیر ہو گیا۔ جو علماء کا ہم نشیں بنا با وقار ہو گیا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1، ص286)

......اوائل عمر میں سرداری کا نقصان......

مامون رشید کا قول ہے"جو کوئی اوائل عمر ہی میں سرداری چاہے گا زیادہ علم سے محروم رہ جائے گا۔" اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جب تک آدمی مکمل طور پر علم حاصل نہ کر لے تب تک ایسے کاموں میں مشغول نہ ہو جو اس کے علم کی راہ میں رکاوٹ بنیں۔

آج علم کی کمی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ابھی علم مکمل نہیں ہوتا اس سے پہلے ہی القابات کی بھرمار اور مختلف عہدوں کا شوق ہو جاتا ہے اور نتیجتاً علم سے محروم ہونا پڑتا ہے اور پھر یہ کم علم رہنما جو کارنامے سرانجام دیتے ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ اسی

طرح کی ایک صورتِ حال کے بارے میں ایک نہایت نصیحت آموز قول پڑھیئے۔

ایک دن امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد سے برآمد ہوئے تو بہت لوگ پیچھے ہو لئے۔ آپ نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا ''اس حال میں کون سا دل ٹھیک رہے گا؟ قدموں کا شور، بے وقوفوں کو بگاڑ دیتا ہے۔''

مراد یہ ہے کہ لوگوں کا ہر وقت پیچھے لگے رہنا اور ہر وقت اس طرح کا سلوک کرتے رہنا عموماً بگاڑ کا سبب بنتا ہے اور یہ بھی مشاہدہ سے ثابت ہے کہ اکابر علماء و صوفیاء سے تو اس کی امید ہے کہ وہ ایسی کیفیت میں اپنے دل کو سنبھال کر رکھیں مگر وہ کم عمر، کم علم، کم تربیت یافتہ صاحبان و صاحبزدگان جن کو ابھی کسی بھی میدان میں پختگی نصیب نہیں ہوئی، جب وہ لوگوں کو ہر وقت آگے پیچھے گھومتے اور ہر بات کو مبالغے کے انداز میں بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہوا دیکھتے ہیں تو ان کے لئے اپنے دل کی حفاظت کرنا نہایت دشوار ہو جاتا ہے اور بالآخر اسی کم علمی میں قوم کے سردار بن کر ان کے دین سے دوری کا باعث بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

......عالم کی شان......

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: ''آدمیوں کا پیچھے پیچھے چلنا، سردار کے لئے بگاڑ اور ماتحتوں کے لئے ذلت ہے۔'' ابو عمرو کہتے ہیں، عالم کی شان یہ ہے کہ نہ غلط دعوے کرے نہ اپنی قابلیت پر فخر کرے۔ یہ بات دوسری ہے کہ ضرورت کی بنا پر اپنی سچی قابلیت و اہلیت کا اظہار کرنا پڑے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مجبوراً مصر کے بادشاہ سے کہنا پڑا تھا اجعلنی علیٰ خزائن الارض انی حفیظ علیم ''مجھے زمین کے

خزانوں پر مقرر کردو بیشک میں حفاظت کرنے والا جاننے والا ہوں"۔صورتِ حال یہ تھی کہ دربارِ مصر میں ان کے رتبے ولیاقت سے کوئی واقف نہ تھا اور خود انہیں یقین تھا کہ کوئی دوسرا شخص اس اہم کام کو سرانجام نہیں دے سکتا لہٰذا اپنے بارے میں اظہارِ علم کر دیا۔ ایسی صورتوں میں علماء کیلئے بھی یہ بات جائز ہے، چنانچہ ایک فیصلے کرتے ہوئے ضرورت کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بارے میں فرمایا:"میں ان صدقات میں ہمیشہ نیک، سچا اور جویائے حق رہا ہوں۔"

یہ کچھ خودستائی نہ تھی بلکہ ضرورت نے اس واقعہ کے اعلان پر مجبور کر دیا تھا۔ بدترین عیب یہ ہے کہ آدمی اپنی جھوٹی بڑائی کرے۔ ہر زمانے کے علماء و حکماء نے اس فعلِ شنیع کی مذمت کی ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1،ص289 بیروت)

......عالم کا وقار......

مشہور مقولہ ہے"عالم کا پورا زیور یہ ہے کہ باوقار سنجیدہ ہو اِدھر اُدھر نہ دیکھے، شور وغل نہ مچائے، کھیل کود نہ کرے، خشک رو نہ ہو، فضول گوئی سے بچے۔"

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1،ص291 بیروت)

یہ بھی علماء کے لئے ایک اہم ادب ہے کہ وہ باوقار رہیں اور فضول و لایعنی باتوں سے احتراز کریں نیز ایسے تمام کاموں سے کُلی احتراز کریں جن کی وجہ سے ان کے وقار میں فرق آئے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عزت کم ہو کیونکہ لوگوں کے دلوں میں علماء کی عزت کم ہونا ان کے دین سے دوری کا باعث بنتا ہے بلکہ بسا اوقات

ان کی گمراہی کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔

......چھوٹوں سے مسئلہ پوچھنا کیسا؟......

فی زمانہ ایک بڑی آفت یہ ہے کہ بعض کم علم اپنی رائے کو دیگر تمام لوگوں کی رائے پر ترجیح دیتے ہیں اور اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہیں اور اپنے سامنے بڑے سے بڑے عالم کی رائے کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے مسئلہ پوچھنا بھی ناجائز ہے اور ان کی تعظیم بھی ناجائز ہے۔ اس گروہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی مختلف قسمیں ہیں، ایک گروہ تو وہ ہے جو صرف حدیث پر عمل کرنے کا دعوے دار ہے لیکن اپنی مرضی سے عمل کرنا چاہتا ہے۔ حدیث کے بارے میں جو مشہور ائمہ دین، فقہاء کرام اور بزرگانِ دین نے تحریر فرمایا ہے اس کو فرسودہ روایات اور لایعنی معلومات قرار دیتا ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو ان سب چیزوں کو مانتا ہے مگر ذاتی مفادات، مال کی لالچ، جھوٹی شہرت اور فضول قسم کی انفرادیت اور امتیاز حاصل کرنے کے لئے کتابوں سے ضعیف اقوال، مرجوح روایتوں کو نکال کر لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں۔

دیندار عوامی طبقے کے لئے یہ آخری گروہ سب سے خطرناک ہے کہ لوگ ان سے دین پر عمل کرنے کی نیت سے دین کے مسائل پوچھتے ہیں مگر یہ لوگ چند سکوں کی خاطر دین فروشی کا گھناؤنا کاروبار کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ان سے مال کے بدلے دین خریدنے والے چند دن تو ان کی بہت عزت کرتے ہیں اور جب مقصد پورا ہو جاتا ہے تو ایسا نکال باہر کرتے ہیں جس طرح دودھ سے مکھی کو نکال دیا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کی نہ تو معاشرے میں کچھ عزت ہوتی ہے اور نہ ہی مسائل

پوچھنے والوں کے نزدیک اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ لوگ اپنے ساتھ دوسرے باعمل علماء کی بھی بدنامی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

حضرت ابو امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کی علامت پوچھی گئی تو فرمایا:

''ان من اشراطها ان يلتمس العلم عند الاصاغر''

ترجمہ: جب علم اصاغر سے سیکھا جائے گا۔''

(معجم کبیر: ج22،ص361،رقم908)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا گیا، اصاغر کون لوگ ہیں؟ جواب دیا ''وہ جو شریعت میں اپنی رائے مقدم رکھتے ہیں۔''

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں، اصاغر (چھوٹے) کی تفسیر میں ابن مبارک اور ابو عبید کے اقوال گزر چکے لیکن بعض اہلِ علم نے یہ معنی بتائے ہیں کہ یہ اقوال اس صورت میں ہیں جب بے علموں سے فتویٰ (علم) لیا جائے، کیونکہ ہر عالم اپنی جگہ بڑا ہے چاہے کسی عمر کا ہو اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کم عمر ہونے پر بھی فتوے دیتے تھے، بلکہ حضرت معاذ اور عتاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کم سنی کے باوجود حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں نوجوان اور بوڑھے ہر عمر کے لوگ شریک ہوتے اور امیر المومنین سب سے مشورہ لیتے تھے۔ فرماتے تھے ''کم سنی کے خیال سے اپنی رائے نہ چھپانا، کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے عمر کا اس میں دخل نہیں۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ ج 1 ص 314 بیروت)

......اکابر علماء کی پیروی کرنی چاہیئے......

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"البرکة مع اکابرھم"

ترجمہ: برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہے۔"

(حلیہ لابی نعیم: ج 8 ص 172)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "سب سے سچا قول خدا کا قول ہے (یعنی قرآنِ پاک) سب سے اچھا راستہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ ہے (یعنی سنت) بدترین کام بدعت کے کام ہیں۔ لوگ بھلائی پر ہیں جب تک اپنے اکابر سے علم لے رہے ہیں۔"

(اصول الاعتقاد للکلائی: ج 1، ص 84، رقم 100)

......نفع نہ دینے والے علم سے پناہ......

علم حاصل کرنے کے ساتھ اس بات کی دعا مانگتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ علم کو نفع بخش بنادے کہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے جو نفع بخش نہ ہو اور غیر نفع بخش علم وہ ہے جس سے آدمی میں خوفِ خدا پیدا نہ ہو اور نہ ہی عمل کا جذبہ پیدا ہو بلکہ علم بڑھنے کے ساتھ بے عملی بڑھتی جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مناجات یہ بھی تھی:

"خدایا اس علم سے تیری پناہ جو نفع نہ پہنچائے، اس دعا سے تیری پناہ جو قبول نہ ہو، اس دل سے تیری پناہ جو نرم نہ ہو، اس نفس سے تیری پناہ جو سیر نہ ہو، خدایا ان چاروں سے تیری پناہ۔"

......نفع بخش علم......

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"سلو االله علما نافعا ،و تعو ذوا بالله من علم لاينفع"

ترجمہ: علم نافع کی آرزو کرو اور بے فائدہ علم سے پناہ مانگو۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج6، ص17، حدیث 29122)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صبح کو بیدار ہو کر تعلیمِ امت کے لئے یہ دعا مانگتے تھے:

"اللهم انی اسئلك علما نافعا ،ورزقا طيبا ،وعملا متقبلا"

ترجمہ: خدایا مجھے علمِ نافع، رزقِ طیب اور عملِ مقبول عطا فرما"۔

(مسند امام احمد: ص323)

......بدتر عالم کون......

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: "قیامت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے بدتر وہ عالم ہوگا، جو اپنے علم سے نفع نہیں اٹھاتا"۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

"ان من شر الناس عند الله منزلة يوم القيامة عالما لا ينتفع بعلمه"

ترجمہ: قیامت کے روز سب سے سخت عذاب اس عالم پر ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا۔"

(حلیہ لابی نعیم: ج1، ص223)

......فتنوں کی جگہ......

عالم کو چاہیے کہ امراء و وزراء کے درباروں میں نہ جائے کہ اس میں علم کی تذلیل ہے اور عام طور پر آدمی خرافات میں پڑ جاتا ہے نیز عموماً امراء کی جھوٹی تعریف اوراس طرح کی دیگر ممنوعات کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "خبردار! فتنوں کی جگہ کے قریب نہ جانا، سوال کیا گیا فتنوں کی جگہ کون سی ہے؟ فرمایا، شاہی دربار۔ لوگ وہاں جاتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں جھوٹی تعریفیں کرتے ہیں۔"

(مصنف عبدالرزاق: ج11، ص316 رقم 20643)

محمد بن سحنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا، ایک عالم تھا اس کا بھائی روز رات کو چھپ کر قاضی اور والی (گورنر) کے سلام کو جایا کرتا تھا عالم کو خبر ہوئی تو بھائی کو لکھا "جو تجھے دن کو دیکھتا ہے وہی رات کو بھی دیکھتا ہے تیرے نام یہ میری آخری تحریر ہے" محمد کہتے ہیں، میرے والد سحنون یہ واقعہ سن کر خوش ہوئے اور فرمایا عالم کے لئے یہ کس قدر معیوب ہے کہ لوگ اس کے دروازے پر پہنچیں اور معلوم ہو کہ وہ حاکم کی خدمت میں حاضری دینے گیا ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ: ج1، ص332 دار ابن حزم بیروت)

......افضل ترین عمل......

ابو عمر کہتے ہیں، یہاں جن بادشاہوں کا ذکر ہے کہ ان کے ہاں علماء کو جانا منع ہے وہ ظالم و فاسق بادشاہ ہیں نہ کہ عادل و متقی حکام، کیونکہ عادل و نیک حاکموں سے ارتباط و تعاون افضل ترین عمل ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں کیسے کیسے جلیل القدر علماء و فضلاء اخیار و ابرار موجود رہتے تھے مثلاً عروہ بن الزبیر، امام زہری اور ان کے طبقے کے لوگ اسی طرح شعبی، ابن ذویب، رجاء بن حیوہ، حسن بصری، امام مالک، اوزاعی، امام شافعی وغیرہ حکام کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ اصل اس باب میں یہ ہے کہ عالم ضرورت ہی سے ایسی جگہ جائے اور نصیحت و ہدایت کا پیام پہنچائے، لیکن واقعہ یہی ہے کہ یہ گھر فتنے کا گھر ہے اور اس سے دور رہنے ہی میں عموماً سلامتی ہوتی ہے۔''

(جامع بیان العلم و فضلہ: ج، 1 ص 333 دار ابن حزم بیروت)

......علم اور فخر......

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تعلموا العلم لتباهوا به العلماء ولا لتماروا به السفهاء ولا لتحتازوا به المجالس فمن فعل ذالك فالنار النار

ترجمہ: علم اس لئے حاصل نہ کرو کہ علماء پر فخر کرو، جہلا سے جھگڑا کرو اور مجلس میں اونچی جگہ بیٹھو جو کوئی ایسا کرتا ہے اس کے لئے دوزخ ہے دوزخ۔''

(ابن ماجہ: رقم الحدیث 254)

......ذلیل ہونے کا سبب......

علم حاصل کرنے سے کبھی بھی دنیا طلبی مقصود نہیں ہونی چاہیے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے"اگر اہل علم اپنے علم کی عزت کرتے اور اسے اس کی جگہ رکھتے تو اپنے زمانے کے سردار بن جاتے مگر انہوں نے علم کی قدر نہ جانی اور اسے دنیا والوں کے قدموں پر ڈال دیا تاکہ ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کرلیں نتیجہ یہ نکلا کہ ذلیل وخوار ہوگئے، میں نے تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ

من جعل الهموم هما واحدا كفاه الله هم آخرته فمن تشعبت به الهموم فى احوال الدنيا لم يبال الله فى اى اوديتها وقع

ترجمہ: جس نے تمام فکروں کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر بنا دیا خدا اس کی فکروں کو دور کر دے گا اور جس نے دنیا کی بہت سی فکریں اپنے سر جمع کرلیں خدا بھی اسے چھوڑ دیگا کہ جس کنوئیں میں چاہے گر پڑے۔"

(ابن ماجہ: رقم الحدیث 257)

......احادیث حاصل کرنے کا مقصد......

عراق کے کچھ لوگ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث سنانے کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا"تم جانتے بھی ہو یہ حدیثیں محض رضائے الٰہی کے لئے حاصل کی جاتی ہیں ورنہ جو کوئی ان سے دنیا کمانا چاہے گا ہرگز جنت کی مہک نہ پائے گا۔"

(کتاب الزہد: ص15، رقم 44)

مکحول کہا کرتے تھے ''جو کوئی حدیث اس لئے حاصل کرتا ہے کہ جہلاء سے بحث کرے، علماء پر فخر کرے، مخلوق کو اپنی طرف کھینچے وہ دوزخ میں گرے گا۔''

(سنن دارمی: ج1، ص116، رقم373)

......خدا کی محبت کا سبب......

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے ''اگر اہلِ علم اپنے علم کی عزت کرتے اور اپنا عمل اس کے مطابق رکھتے تو خدا، خدا کے فرشتے اور صالحین ان سے محبت کرتے اور تمام مخلوق ان کا رعب مانتی لیکن انہوں نے اپنے علم کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا اس لئے خدا بھی ان سے ناراض ہو گیا اور وہ مخلوق میں بے وقعت ہو گئے۔

(حلیۃ الاولیاء: ج2، ص29,30)

......علم حدیث کا مقصد......

علم اگرچہ عمل سے افضل ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عالم عمل سے بالکل ہی بے پرواہ ہو جائے اور خوف وخشیتِ الٰہی سے دور رہے بلکہ عالم کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس میں خوف خدا عزوجل ہو کیونکہ علم کے تقاضوں اور علم کے فرائض پر بھی عمل اسی صورت میں ممکن ہے جب خوفِ خدا عزوجل دل میں موجود ہو، ورنہ جو خرابیاں ہم نے کتاب میں بیان کی ہیں وہ تمام خرابیاں ایسے علماء میں پائی جائیں گی۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے ''علمِ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ خشیت الٰہی پیدا ہو اسی لئے یہ علم جملہ علوم سے افضل ہے لیکن اگر یہ مقصد نہ ہو تو پھر اس علم کو کوئی ترجیح نہیں۔''

(حلیۃ الاولیاء: ج7، ص362)

......دو بڑے فتنے......

عالم کا علم جس طرح اس کی فضیلت کو چار چاند لگا دیتا ہے اسی طرح اس کی بدعملی بھی اس کی اور لوگوں کی ہلاکت کے لئے کافی ہے۔اسی لئے ایسے عالم سے بزرگانِ دین پناہ مانگا کرتے تھے۔حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''اگلے بزرگ کہا کرتے تھے جاہل عابد اور فاجر عالم کے فتنے سے پناہ مانگو کیونکہ فتنے میں پڑنے والوں کے لئے دونوں بڑا فتنہ ہیں۔''

(المدخل:ص335،رقم544)

......علم کے بھول جانے کا سبب......

عالم کو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور لالچ کا اظہار کرنے سے بہت زیادہ گریز کرنا چاہیے کیونکہ اس سے علم کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا ''وہ کیا چیز ہے جو حفظ وفہم کے بعد بھی علم کو سینوں سے نکال لے جاتی ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا،وہ لالچ ہے اور مخلوق کے سامنے دستِ سوال کی درازی۔''

(الالماع لقاضی عیاض:ص231)

......علم وعمل میں اختلاف کا نقصان......

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:''اے اہلِ علم! اپنے علم پر عمل کرو،کیونکہ عالم وہی ہے جو علم حاصل کر کے عمل کرتا ہے اور جس کے علم وعمل میں اختلاف نہیں

ہوتا۔ جلد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو علم تو رکھیں گے مگر علم ان کے حلق کے نیچے نہ اترے گا، ان کا باطن ان کے ظاہر سے مختلف ہوگا، ان کا علم ان کے عمل کے خلاف رہے گا، مجلسیں جما کر بیٹھیں گے، آپس میں فخر و مباہات کریں گے اور لوگوں سے صرف اس لئے ناراض ہو جایا کریں گے کہ ان کی مجلس چھوڑ کر دوسرے کی مجلس میں کیوں جا بیٹھے ایسے عالموں کے عمل خدا تک نہیں پہنچیں گے۔''

(سنن دارمی: ج1، ص118، رقم382)

......آدمی متقی کب بنتا ہے......

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے'' آدمی متقی نہیں ہو سکتا جب تک عالم نہ ہو اور علم اسے زیب نہیں دے سکتا جب تک عمل نہ کرے۔''

(حلیۃ الاولیاء: ج1، ص213)

......علم پر عمل......

بعض لوگ علم کے حصول میں اس طرح مستغرق ہوتے ہیں کہ ضروریات تک سے غافل ہو جاتے ہیں اور ہر وقت علمی پیچیدگیاں حل کرنا، نت نئی مباحث میں لگے رہنا اور ہر وقت ایسی ہی گتھیاں سلجھاتے رہنا ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔ یہ محویت اگر عمل کے ساتھ ہو تو نہایت ہی اعلیٰ ہے مگر جب اس میں انہماک صرف باتوں کی حد تک ہو اور عملی زندگی میں یا تو ان باتوں کا کوئی مقصد ہی نہیں یا یہ کام کسی بڑے مقصد کو صرفِ نظر کر کے کیا جا رہا ہو یا ان کی وجہ سے اپنے دل کے امراض کی اصلاح سے سراسر غفلت رہے تو اس سے دور رہنے میں بھلائی ہے۔ محض نکتہ آفرینیاں کرتے رہنا کوئی

مقصود بالذات چیز نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا:''میں تمہیں حکمت کی تعلیم اس لئے نہیں دیتا کہ بیٹھ کر اس پر تعجب کرو بلکہ اس لئے دیتا ہوں کہ عمل کرو۔''

(جامع بیان العلم: ج2،ص24 بیروت)

......طالب حدیث کیسا ہونا چاہیے......

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:''طالبِ حدیث کا شیوہ یہ ہونا چاہئے کہ سنجیدہ، بردبار، خداترس اور بزرگانِ دین کا پیروکار ہو۔''

(جامع بیان العلم: ج2،ص25 بیروت)

......کن سے علم حاصل نہیں کرنا چاہیے؟ ......

کسی کی صرف علمی شہرت یا علمی قابلیت دیکھ یا سن کر ہی اس سے علم حاصل کرنا شروع نہیں کر دینا چاہیے بلکہ اس میں دیگر اوصاف بھی دیکھے اس طرح کی چند چیزیں پہلے بھی بیان کی گئی ہیں مزید یہ ہیں کہ کسی کھلم کھلا فاسق وفاجر سے علم حاصل نہ کرے، مثلاً کوئی شخص داڑھی منڈا، نماز روزے کا تارِک یا ان میں سستی کرنے والا، مال و عزت کا طلبگار ہو تو اگر چہ وہ تصوف پر لمبے چوڑے لیکچر دیتا ہو یا شرعی مسائل کا عمومی جواب درست دیتا ہو اور لوگ اسے پروفیسر، اسکالر، عالم یا مفتی یا محقق کے نام سے پکارتے ہوں۔ صرف اس بناء پر آدمی اس کی پیچھے نہ لگے اور نہ ہی اس سے علم حاصل کرے کہ ہوسکتا ہے کہ ایسے شخص سے علم حاصل ہو جائے گا لیکن ایسے کی صحبت آدمی کو بے عمل و بدعمل بنا دے گی اور ایسے سے سیکھ کر یا اس کے

ساتھ رہ کر آدمی میں نہ تو خوفِ خدا عزوجل پیدا ہوگا اور نہ ہی کوئی عبادت کا جذبہ بلکہ ایسوں کے ساتھ رہ کر تو خود علم کی اہمیت بھی دل میں کم ہو جاتی ہے۔ العیاذ باللہ،

اسی طرح جو شخص مطلبی، خود پرست، خودغرض ہو اس سے علم پڑھنے اور اس کی صحبت میں بیٹھنے سے بھی گریز کرنا چاہیے کہ ایسا شخص کبھی دین کا ہمدرد نہیں ہوتا اور اس کے ہر کام میں اس کی غرض اور ہوس چھپی ہوتی ہے اور ایسے سے جہاں علم سیکھنے کو ملے گا وہیں یہ قبیح اخلاق بھی حاصل ہوں گے۔ یوں ہی جھوٹے آدمی سے بھی علم حاصل نہ کیا جائے۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے، چار آدمیوں سے علم نہ لو

۞...... کھلے ہوئے بدکار سے،

۞......کسی خاص مقصد کی طرف دعوت دینے والے خواہشِ نفس کے پیروکار سے،

۞......عام گفتگو میں جھوٹ بولنے والے سے اگرچہ روایتِ حدیث میں جھوٹ نہ بھی بولتا ہو،

۞......ایسے متدین پرہیزگار سے جو سادہ لوحی کی وجہ سے جھوٹ سچ میں تمیز نہ کر سکے۔

(الالماع لقاضی عیاض: ص 60)

آخر میں عالم کے لئے خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک نصیحت آموز کلام ذکر کرتا ہوں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن پر سرکاری طور پر کوئی کام کرنے کی پابندی ہونی چاہیے، فرماتے ہیں:

''دوسری مثال جاہل مفتی ہے کہ لوگوں کو غلط فتوے دے کر خود بھی گمراہ و گنہگار ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی کرتا ہے طبیب ہی کی طرح آج کل مولوی بھی ہو رہے ہیں کہ جو کچھ اس زمانہ میں مدارس میں تعلیم ہے وہ ظاہر ہے اول تو درس نظامی جو ہندوستان کے مدارس میں

عموماً جاری ہے، اس کی تکمیل کرنے والے بھی بہت قلیل افراد ہوتے ہیں عموماً کچھ معمولی طور پر پڑھ کر سند حاصل کر لیتے ہیں اور اگر پورا درس بھی پڑھا تو اس پڑھنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اب اتنی استعداد ہوگئی کہ کتابیں دیکھ کر محنت کر کے علم حاصل کرسکتا ہے ورنہ درس نظامی میں دینیات کی جتنی تعلیم ہے ظاہر کہ اس کے ذریعہ سے کتنے مسائل پر عبور ہوسکتا ہے، مگر ان میں اکثر کو اتنا بیباک پایا گیا ہے کہ اگر کسی نے ان سے مسئلہ دریافت کیا تو یہ کہنا ہی نہیں جانتے کہ مجھے معلوم نہیں یا کتاب دیکھ کر بتاؤں گا کہ اس میں وہ اپنی توہین جانتے ہیں اٹکل پچو جی میں جو آیا کہہ دیا۔ صحابہ کبار وائمہ اعلام کی زندگی کی طرف اگر نظر کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ باوجود زبردست پایہ اجتہاد رکھنے کے بھی وہ کبھی ایسی جرأت نہیں کرتے تھے، جو بات نہ معلوم ہوتی اس کی نسبت صاف فرما دیا کرتے کہ مجھے معلوم نہیں۔ ان نو آموز مولویوں کو ہم خیر خواہانہ نصیحت کرتے ہیں کہ تکمیل درس نظامی کے بعد فقہ واصول وکلام وحدیث و

تفسیر کا بکثرت مطالعہ کریں اور دین کے مسائل میں جسارت نہ کریں، جو کچھ دین کی باتیں ان پر منکشف وواضح ہو جائیں ان کو بیان کریں اور جہاں اشکال پیدا ہو اس میں کامل غور وفکر کریں خود واضح نہ ہو تو دوسروں کی طرف رجوع کریں کہ علم کی بات پوچھنے میں کبھی عار نہ کرنا چاہیئے۔

......اختتامِ کلام......

علم کی اہمیت، فضیلت، آداب اور دیگر امور کے بارے میں کثیر مواد ہے اس میں سے بقدرِ ضرورت بغیر کسی خاص ترتیب کے آپ کے سامنے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں علم حاصل کرنے کا شوق، اس پر عمل کرنے کا جذبہ اور اس کی صحیح اشاعت کی توفیق عطا فرمائے اور علم کو ہمارے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

آمین ﷺ

ﷺ